



JUNE 2009

مجلد 182

Regd. # SC-1177



# سُنّت کی اکیسی حقیقت

مؤلف

علامہ بدر القادری

حقیقتِ اشاعتِ اسلام پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph: 021-2439799 Website: [www.ishaateislam.net](http://www.ishaateislam.net)

# سنت کی آئینی حیثیت

مؤلف

علامہ بدر القادری

فاشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

## فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۔	تقدیم	۵
۲۔	فتنہ انکار حدیث	۱۲
۳۔	منصب رسالت	۱۶
۴۔	تلاوت تعلیم اور تزکیہ	۱۷
۵۔	رسول کے تشریحی اختیارات	۱۹
۶۔	رسول جو دیں وہی شریعت ہے	۲۱
۷۔	تشریحی اختیارات کی مثالیں	۲۲
۸۔	حضور نے مدینہ کو حرم بنایا	۲۳
۹۔	اذخر کو مستثنیٰ کیا	۲۳
۱۰۔	خصوصی مراعات دینے کا اختیار	۲۵
۱۱۔	پانچویں مثال	۲۵
۱۲۔	چھٹی مثال	۲۶
۱۳۔	ساتویں مثال	۲۷
۱۴۔	آٹھویں مثال	۲۷
۱۵۔	نویں مثال	۲۸
۱۶۔	ان احادیث نے کیا مزاج دیا	۲۸
۱۷۔	بہت پیاری بات	۲۹
۱۸۔	قرآن بھی قولِ رسول ہے	۳۰
۱۹۔	اطاعتِ رسول اطاعتِ خدا ہے	۳۲

نام کتاب : سنت کی آئینی حیثیت

مؤلف : علامہ بدر القادری

سن اشاعت : جمادی الآخرہ ۱۴۳۰ھ / جون ۲۰۰۹ء

تعداد اشاعت : ۳۵۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار پٹنہ دار، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

## پیش لفظ

اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوششیں اغیار نے ہمیشہ سے کیں، ان کا طریقہ ہائے واردات مختلف رہے، اُن میں سے ایک طریقہ جو اُن کے لئے سودمند اور اہل اسلام کے لئے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوا وہ یہ کہ اپنے ایسے ایجنٹ بنا دیئے جو بظاہر مسلمان تھے اور ہیں پھر وہ اسلام کے نام پر اہل اسلام کو کفر و ضلالت کی عمیق گہرائیوں میں پہنچانے کے لئے مصروف و مشغول ہو گئے، اہل اسلام کے دلوں میں اسلام اور نبی اسلام، قرآن و حدیث، فقہ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگ گئے اور اپنے تئیں مذہبی اسکالر اور دین و قوم کے خیر خواہ کہلانے لگے، اُن لوگوں نے کئی فتنے پیدا کئے ان میں سے ایک بڑا فتنہ حدیثِ رسول ﷺ کے حجت ہونے کا انکار ہے۔ اس موضوع پر حضرت علامہ بدر القادری صاحب کی تحریر ”سنت کی آئینی حیثیت“ مختصر و مفید تھی تو جمعیت اشاعت اہلسنت کی شہداء و نشر و اشاعت کی کمیٹی نے اسے اس ماہ اپنے سلسلہ اشاعت کے 182 ویں نمبر پر شائع کرنے کے لئے منتخب فرمایا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

محمد عطاء اللہ نعیمی

(خادم دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت)

۲۰۔	قرآن اجمال ہے حدیث اس کی تفصیل	۳۳
۲۱۔	دلائل شرعیہ کا منتہا	۳۳
۲۲۔	عصمتِ انبیاء	۳۵
۲۳۔	معیار فکر و نظر	۳۶
۲۴۔	عروہ و فنی	۳۸
۲۵۔	کیا حدیث کے بغیر قرآنی احکام پر عمل ممکن ہے	۴۲
۲۶۔	بعض احکام حدیث قرآن کی طرح واجب العمل ہیں	۴۲
۲۷۔	باب استدلال میں احادیث کی کیفیت	۴۶
۲۸۔	خلافت راشدہ اور مشعل سنت	۴۷
۲۹۔	تمسک باللہ کے بارے میں دو صحابہ کا ایک واقعہ	۴۹
۳۰۔	اساطینِ اُمت کے اقوال	۵۱
۳۱۔	عروج اسلام اور موجودہ دور کا فرق	۵۲
۳۲۔	دو فاروقی میں بد مذہبی کا انسداد	۵۲
۳۳۔	یہ فتنہ نیا نہیں	۵۳
۳۴۔	گر نہ بیند بروز شہرہ چشم.....	۵۳
۳۵۔	ذخیرہ احادیث نبوی مسیحی بائبل نہیں	۵۴
۳۶۔	اشاعت حدیث کی ترغیب	۵۵
۳۷۔	صحابہ اور علم حدیث	۵۷
۳۸۔	روایت حدیث میں حرم و احتیاط	۵۸
۳۹۔	راویان حدیث صحابہ کی تعداد	۶۰
۴۰۔	اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا	۶۱
۴۱۔	اسناد اور جرح و تعدیل	۶۲

## تقدیم

از محمد احمد مصباحی رکن الجمع الاسلامی و استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

قرآن کریم خدا کا آخری پیغام اور لافانی سرچشمہ ہدایت ہے۔ وہ رہتی دنیا تک عالم انسانیت کی ہدایت و فلاح کا ضامن ہے۔ رب کریم نے اپنے رسول انور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اسے ہر چیز کے واضح بیان کی صورت میں اتارا، اور مسلمانوں کے لئے اُن کا دین کامل کر دیا۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾ (النحل: ۸۹/۱۶)

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کے لئے۔

اور فرماتا ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدہ: ۳/۵)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

لیکن کیا ہر شخص قرآن کریم سے ہر طرح کے تمام معانی و مطالب نکال سکتا ہے؟ یا کم از کم دین و شریعت کے تمام احکام صرف قرآن کریم کے مطالعہ سے واضح اور قطعی طور پر جان سکتا ہے؟ یہ ایک ضروری اور اہم سوال ہے جس کا جواب اُن کے ذمہ ہے جو حدیث رسول سے بے نیازی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص تو درکنار یہ کام ہر عالم کے بس کا بھی نہیں، بلکہ اُمت کے بڑے سے بڑا عالم بھی سنت رسول سے بے نیاز ہو کر اسے انجام نہیں دے سکتا۔ اجلہ صحابہ کرام بھی رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تفہیم کے محتاج رہے، جس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اسی لئے رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:



رجوع کریں۔ اس طرح عوام کا مرجع علماء، علماء کا مرجع حدیث، حدیث کا مرجع قرآن کو ٹھہرایا، اور بلاشبہ انتہا رب ہی کی جانب ہے۔

جیسے یہ ہے کہ مجتہدین اگر حدیث ترک کر دیں اور صرف قرآن کی طرف رجوع لائیں تو گمراہ ہو جائیں اسی طرح یہ بھی کہ اگر عوام مجتہدین کو چھوڑ دیں اور خود حدیث کی جانب رجوع کرنے لگیں تو گمراہ ہو جائیں۔ اسی لئے امام اعظم و امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قریب زمانہ کے ایک جلیل القدر امام حدیث حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”غیر فقہاء کے لئے حدیث گمراہی کی جگہ ہے“ (یعنی آدمی فقہت سے خالی ہے تو حدیث سے گمراہی میں پڑ سکتا ہے جیسے حدیث و فقہت کے بغیر خود قرآن سے گمراہی میں پڑ سکتا ہے) اسے امام ابن الحاج کی نے امام موصوف سے ”مدخل“ میں نقل فرمایا۔

عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی ”میزان الشریعہ الکبریٰ“ میں فرماتے ہیں:

تأمل يا أخشى لو لا أن رسول الله ﷺ فصل بشريعته ما أحمل في القرآن لبقى القرآن على إجماله كما أن المجتهدين لو لم يفصلوا ما أحمل في

السنة لبقيت السنة على إجمالها، وهكذا إلى عصرنا هذا  
برادرم، غور کر اگر رسول اللہ ﷺ اپنی شریعت سے قرآن عظیم کے مجمل امور کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن کریم یوں ہی مجمل رہ جاتا، اسی طرح ائمہ مجتہدین اگر حدیث کی مجمل باتوں کی تفصیل نہ فرماتے تو حدیث یوں ہی مجمل رہ جاتی، اسی طرح ہمارے زمانے تک۔

یہی وجہ ہے کہ دین حق کی بنیاد اور احکام شرعیہ کی اساس چار چیزوں پر رکھی گئی:

(۱) قرآن (۲) سنت (۳) إجماع (۴) قیاس

اس کی نشاندہی خود قرآن میں موجود ہے۔ قرآن و سنت کے مرجع ہونے سے متعلق تو بہت آیات ہیں بعض اوپر نقل بھی ہوئیں۔ اب سنت و اجماع دونوں کے تحت ہونے سے متعلق یہ آیت کریمہ ملاحظہ ہوں:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ

نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَفُضِّلَ بِهِ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَ ثَمِيرًا﴾ (النساء: ۱۱۵/۳)

اور جو رسول کے خلاف کرے اس کے بعد کہ حق راستہ اس پر گھل چکا، اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی بُری پلٹنے کی جگہ ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول کریم کی مخالفت اور مسلمانوں کے اجتماعی طریق سے سرتابی جہنم رسی کا باعث اور عذاب الہی کا سبب ہے۔ اس سے جہاں اتباع رسول کا وجوب ثابت ہوتا ہے وہیں ”سبیلِ مؤمنین“ (مسلمانوں کے اجتماعی راستے) کی پیروی کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے۔

قیاس مجتہدین کی حجت، فقہائے دین کی جانب رجوع، ان کی تعلیم پر اعتماد اور ان کے ارشادات کے اتباع سے متعلق درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

”اہل ذکر سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں“۔ (سورۃ النحل: ۱۶/۴۳)

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَا غَوَّاهُ ط وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾

(النساء: ۴/۸۳)

اور جب اُن کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں، اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں استنباط اور کاوش کرتے۔

معلوم ہوا کہ رب کریم نے امت کے کچھ افراد کو استنباط کی قوت بخشی ہے وقت حاجت عام مسلمانوں کو ان کی جانب رجوع کرنے ہی میں نجات ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ط فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ (التوبة: ۹/۱۲۲)

اور مسلمانوں سے یہ تو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے تاکہ دین میں فقہت حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم

کو ڈر سنائیں اس اُمید پر کہ وہ بچیں۔

اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱..... درجہ فقہات تک رسائی سب کے لئے میسر نہیں۔

۲..... ایسے افراد کا ہونا ضروری ہے جو دینی فقہات کے کمال سے آراستہ ہوں۔

۳..... انکی کی ذمہ داری یہ ہے کہ فقہ کی تحصیل کے بعد وہ اپنی قوم کے سامنے تبلیغ کر دیں۔

۴..... قوم کی ذمہ داری یہ ہے کہ ان پر اعتماد کرے، ان کا اتباع کرے، خدا سے ڈرے اور معاصی سے بچے۔

۵..... اُن کا اتباع اسی لحاظ سے ہوگا کہ انہوں نے خدا کے دین اور اس کی شریعت کا وہ علم حاصل کر لیا جو ہمارے پاس نہیں، اور فقہ و اجتہاد کی صلاحیت سے کام لے کر احکام کے استخراج اور جزئیات کی معرفت تک پہنچ چکے ہیں، ان کے علم کا سرچشمہ کتاب و سنت اور اجماع مجتہدین ہے۔ اُن کے دینی اخلاص و تقویٰ کا سونا نکھرا ہوا ہے اس لئے ان کا بتایا ہوا حکم دراصل کتاب و سنت کا ارشاد اور خدا اور رسول کا فرمان ہے اور اُن کی اطاعت خدا اور رسول ہی کی اطاعت ہے۔

امتِ مسلمہ کا سودا اعظم ان چاروں اُصول کتاب، سنت، اجماع، قیاس کو خُبت مانتا ہے اور عہدِ صحابہ سے لے کر دورِ حاضر تک کے مسلمانوں کا عمل درآمد اسی پر جاری ہے۔ لیکن جب کسی سر میں آزادی کا سودا سنا ہے اور نفس کی غلامی کا جذبہ ابھرتا ہے تو وہ ان چار اُصول میں سے کسی ایک سے انکار کے چکر میں پڑتا ہے تاکہ پابندی میں کچھ کمی ہو اور نفس کو ذرا آزادی و عیاشی نصیب ہو۔ اسی لئے کوئی کہتا ہے کہ فقہاء کی پیروی اور ائمہ کی تقلید ایک لغو اور بے معنی چیز ہے یہ تو ایسے ہی ہوا جیسے مشرکوں نے ایک خدا کو چھوڑ کر بہت سے "ارباب" ٹھہرائے، خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کافی ہے، ائمہ کی تقلید شرک ہے دوسرا اٹھتا ہے اور کہتا ہے رسول کی اطاعت بھی غیر خدا کی اطاعت ہے سنت رسول بھی کوئی چیز نہیں بس اللہ کی کتاب کافی ہے یہ منکرین کبھی تقلید کی مخالفت میں فقہاء و ائمہ پر طعن و تشنیع کے تیر برساتے ہیں، کبھی سنت کی مخالفت میں محدثین اور کُتب حدیث کو ہدف بناتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو اجماع امت کا انکار کرتے ہیں جس قدر انکار بڑھتا جاتا ہے آزادی کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے، عیاشی، نفس پروری اور ہوس پرستی کی نئی نئی راہیں کھلتی ہیں۔

کتاب و سنت میں جو مسائل تفصیلاً مذکور ہیں وہ بہت کم ہیں، اُصول و کلیات ضرور موجود ہیں۔ جن سے روزمرہ جزئیات کے استخراج، استخراج کے لئے قانون سازی اور تقریر و تاحیل کا بہت سا کام فقہاء و ائمہ نے انجام دیا جو امت کے لئے مینارِ نور اور مشعلِ راہ ہے۔ اب اس کی روشنی میں یہ سہولت بہم ہو چکی ہے کہ ہر دور کے علماء اپنے زمانہ کے مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔ مشکل کی توضیح، مجمل کی تفصیل، مُرسل کی تقید وغیرہ اُمور کی صلاحیت رکھنے والے علماء ہر زمانے میں ہوتے رہیں گے اور دین کی خدمت سرانجام دیں گے۔ جیسا کہ "بخاری" و "مسلم شریف" کی حدیث "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْبَقَى حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ" سے یہ مضمون علماء نے واضح کیا ہے۔

مگر جو لوگ فقہاء و علماء سے بے نیازی کے مدعی ہیں وہ ذرا اُن سے خوشہ چینی کے بغیر صرف کتاب و سنت سے عبادت، معاملات، معیشت، تمدن، حکومت، سیاست وغیرہ متنوع شعبہ زندگی کے جزئیات کی تفصیل پیش کریں۔ یقیناً وہ اس سے عاجز ہیں، بلکہ تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ ایسے لوگ دورِ راہ اختیار کرتے ہیں، پہلی یہ کہ گذشتہ فقہاء و ائمہ کے اقوال تلاش کر کے دیکھتے ہیں کہ کون زیادہ آسان یا زیادہ منفعت بخش ہے۔ یا کون ہماری خواہش اور مزاج سے زیادہ قریب ہے، اسی کو لے لیتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے کتاب و سنت سے اخذ کیا۔ حالانکہ انہوں نے فقہاء و علماء سے سرقہ کیا (یعنی چوری کی)، مزید یہ کہ فقہاء نے جو حکم بیان کیا تھا وہ اُن کے اخلاص و اجتہاد پر مبنی تھا مگر انہوں نے وہی حکم لیا تو اخلاص و اجتہاد کے تحت نہیں بلکہ محض ہوائے نفس، راحت طلبی اور منفعت جوئی کے زیر اثر لیا۔

دوسری راہ یہ کہ اپنی بے نور عقل کا گھوڑا دوڑاتے ہیں، اور جو سمجھ میں آیا بتا دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث میں تفصیل موجود نہیں، اور اُن کے پاس علوم کی مہارت اور اجتہاد کی قوت بھی نہیں مگر ایک قوم کی پیشوائی کا سہرا باندھ کر نکل پڑے۔ اب یہ ہر شعبہ زندگی کے ہر باب کے ایک ایک مسئلہ کے بارے میں بتائیں تو کہاں سے بتائیں۔ اپنی عقل میں جو آیا کہہ دیا۔ اور اسکی پیروی اپنی قوم پر لازم کر دی۔ دراصل یہ ائمہ کرام اور رسول اسلام علیہ وعلیہم السلام سے برگشتہ کر کے خود اپنے آگے جھکانے اور اپنی اطاعت کرانے کی تدبیر ہے۔



کہتے ہیں کہ کتاب کی اطاعت کرو، یا کتاب وسنت کی پیروی کرو، لیکن ظاہر ہے کہ جو قوم عربی زبان سے نابلد ہے وہ کتاب وسنت کی اطاعت کیسے کرے؟ ترجمہ دیکھے تو یہ دراصل مترجم کی پیروی ہے نہ معلوم اس نے کہاں سے اور کیسے ترجمہ کیا۔ اس کی تقلید اور اس پر کامل اعتماد کے بغیر اس کے ترجمہ پر کار بند ہونا ممکن نہیں پھر جس طرح اصل کتاب وسنت سے اُن کے لئے تمام احکام کا استخراج ممکن نہیں صرف ترجمہ سے بھی ممکن نہ ہوگا۔ اسی طرح اُن میں جو عربی زبان کے ماہر ہوں وہ بھی کتاب وسنت کی اصل زبان پڑھ کر اس سے جملہ احکام کے استخراج پر قدرت نہیں رکھتے۔ صحابہ کرام تو بیان رسول اور بیان مجتہدین کے محتاج تھے۔ آج کا کوئی ماہر اُن سے بے نیاز کیسے ہو سکتا ہے؟ لامحالہ وہی ہوگا جس کے بہکانے سے اس نے آئمہ کا دامن چھوڑا اُسی کو امام بنالے گا اور وہ جو کچھ بتا دے گا اسی کی تقلید کرے گا۔ اسی طرح جس نے رسول کی اطاعت سے ہٹایا اُسی کو رسول کی جگہ مرجع بنائے گا اور وہ جو جو بتاتا جائیگا اُسے ماننا جائے گا۔

یہ کہاں کی دانشمندی ہوئی کہ رسول کی اطاعت تو شرک سمجھی اور ایک عامی کی اطاعت کو ایمان بنالیا؟ یا آئمہ کی اطاعت کو تو شرک قرار دیا اور صدیوں بعد جنم لینے والے کسی نفس پرست کی غلامی کا قلاوہ (یعنی ہار) گردن میں ڈال لیا اور بزم خویش مست رہے کہ ہم تو صرف اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ ہم محض خدا اور رسول کے مطیع ہیں۔ صرف کتاب وسنت ہمارا مرجع و ماخذ ہے۔

جو شخص بھی ان چار اصول میں سے کسی ایک کا منکر ہو آپ اس کا جائزہ لے لیں وہ اپنے نفس کا متبع ہوگا یا اپنے سے بھی گھٹیا کسی دوسرے نفس پرست کا اطاعت شعار ہوگا۔ عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے اور اگر یہ میسر نہ ہوتا تو اُن صحابہ کرام کی تقلید کرتے جو علم و فضل، دیانت و تقویٰ اور قوت اجتہاد و استنباط میں اُن سے اعلیٰ و افضل ہوتے۔ اسی کی قرآن نے انھیں ہدایت دی۔ اسی طرح ہر زمانے میں غیر مجتہد افراد زیادہ رہے اور شریعت کے معاملہ میں کسی مجتہد کی تقلید کرتے رہے۔ مگر جب آزادی کی ہوا چلی تو طرح طرح کے فرقے پیدا ہوئے۔ فقہ و قیاس اور تقلید آئمہ کے منکرین، اجماع اُمت کے منکرین، حدیث رسول اور سنت نبوی کے منکرین یہاں تک کہ قرآن کریم کے منکرین جو قرآن کو "بیاض عثمانی" اور ناقابل اعتبار بتاتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے۔

اور المیہ یہ ہے کہ یہ سب کلمہ گو ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے مستشرقین کا انکار اس سے مختلف ہے وہ تو سرے سے اسلام ہی کے منکر ہیں اس لئے وہ قرآن کو خدا کا کلام نہ مانیں، جدیدوں میں تشکیک کریں۔ آئمہ و فقہاء کو بے اعتبار ٹھہرائیں۔ علماء و صلحا سے اُمت کو بیزار اور تنفر کریں۔ سیرت رسول پر اعتراضات جڑیں، اسلامی قوانین کو ناپائیدار اور کمزور بنائیں۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کی عداوت میں کچھ بھی کریں۔ حیرت انگیز نہیں، مگر کلمہ گو یوں کا قرآن کی تعلیمات اور رسول کے ارشادات سے انحراف حیرت انگیز بھی ہے اور الم انگیز بھی۔ رب کریم مسلمانوں کی حفاظت و صیانت فرمائے۔

زیر نظر کتاب "سنت کی آئینی حیثیت" منکرین حدیث کے لئے دعوت حق اور سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کے لئے سامان بصیرت و ذریعہ استقامت ہے۔ برادر محترم مولانا بدر القاری دام فضلہ نے بہت اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس موضوع سے عہدہ برآ ہونے کو کوشش کی ہے۔ یوں تو منکرین کے بے ہودہ خیالات، بے جا اعتراضات، غلط تاویلات اور من مانی قہیمات کی کمی نہیں۔

سب سے تعرض ہو تو ضخیم دفتر بھی ناکافی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو طبقہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک کی تمام موقر اسلامی شخصیات کو بے اعتبار سمجھتا ہو وہ خود کس قدر اعتنا کے قابل ہے؟ وہ علماء اسلام کی ساری جدوجہد اور تمام دینی و علمی خدمات کو صفر کے درجہ میں شمار کرے اور ہم اس کی ہر بات کو درخور اعتنا سمجھیں جب کہ وہ محض کج فہمی، گمراہی اور قصد گمراہ گری کی پیداوار ہیں۔

ہاں اجمالاً اتنا جان لینا ضروری ہے کہ انہوں نے تمام اصول و مآخذ کو چھوڑ محض اپنی دماغی اُتج اور ذہنی اختراع کو امام بنایا ہے جس سے دُور رہنے میں ہی مسلمانوں کی سلامتی کا راز مضمر ہے۔ واللہ الہادی إلی سواہ السبیل

محمد احمد مصباحی

۲ صفر ۱۴۱۶ھ / ۲ جولائی ۱۹۹۵ء

بسم الله الرحمن الرحيم  
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

## فتنہ انکار حدیث

رب کائنات کا سچا دین، اسلام روزِ اول ہی سے مخالفت و معاندت کا نشانہ بنا ہوا ہے، خارجی فتنوں کے علاوہ اس کو ہمیشہ اور ہر دور میں داخلی فتنوں سے بھی نبرد آزما ہونا پڑا ہے، رفض و خروج اور اعتزال جیسی مہلک درازیں ابتداء ہی سے اس مضبوط قلعے کو کمزور کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) فرمانے والے رب نے "ہر فوجی را منوی" کا انتظام کیا ہے۔

نکالیں سینکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا  
مگر اب بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

(شفیق)

انہی فتنوں سے ایک فتنہ انکار حدیث کا بھی ہے۔ علماء اسلام نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے، اور تاہنوز غلط اندیشی کی دلدل میں پھنسی ہوئی ٹولی کو صراطِ مستقیم کی جانب حکیمانہ ہدایات کا یہ کام جاری و ساری ہے۔ اس عنوان پر تحقیق و تدقیق کرنے والے محققین کے علوم مبارکہ کی خیرات کا یہ متمنی راقم الحروف عرض گزار ہے کہ:

سنت متعلق ہے رسول اللہ ﷺ سے، اور شریعت نام ہے شارع ﷺ کے احوال و اقوال و اعمال کا، لہذا یہ ممکن ہی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے تعلق ہوا اور حضور کی سنت سے بے تعلق پائی جائے۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابلِ توجہ شے رسول اللہ ﷺ کی حیثیت اور آپ کا مرتبہ ہے۔ یہ عقیدہ اسلام کی اولیات میں ہے کہ خدا اور بندہ کے درمیان نبی اور رسول واسطہ اور ہوتے ہیں، اور تمام اُدیانِ سماوی اسی بنیادی عقیدہ کے پابند ہیں، نیز وحی الہی رسولانِ عظام پر نازل ہوتی رہی اور وہ قوم کے سامنے اس کی تلاوت کرتے اور احکام الہیہ کی توضیح و تشریح فرماتے، یہاں تک

ایک نکتہ نہایت اہم ہے کہ قوم کا بلا واسطہ خدا تعالیٰ، ملائکہ اور وحی سے کوئی تعلق نہیں، ان سب کا واسطہ عظیم، انبیاء کرام اور رسولانِ عظام علیہم السلام ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ اور ایمان بالوحی ان سب کا مدار جب صرف زبانِ رسول ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا

بَعِيدًا﴾ (النساء: ۴/۱۳۶)

اور جو منکر ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور روزِ قیامت کا وہ گھلی گرائی میں چلا گیا۔

تو اب شریعت و سنت میں یہ بے اعتباری کے جراثیم کہاں سے گھس آئے۔ ایمان و اعتقاد تو اعمال کی اصل ہیں جن کے بغیر کسی بھی عمل کا کوئی وقار نہیں۔ یاد رہے کہ ایمان اس کے بغیر ایمان ہی نہیں کہ رسول آخر الزماں ﷺ کو اعتقاد و اعمال تمام میں مرکزیت نہ دے دی جائے۔ ذاتِ رسول ہی ایمان کا وہ معیار ہے جس پر مومن اور کافر پرکھا اور آزمایا جاتا ہے۔ اسی "معیار" پر کھرے کھوٹے کی جانچ ہوتی ہے۔

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء: ۴/۶۵)

تو ہرگز نہیں، آپ کے رب کی قسم لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے تمام نزاعات میں آپ کو حاکم نہ تسلیم کر لیں پھر آپ کے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور آپ کے حکم پر سر تسلیم خم کرنے کا حق ادا کریں۔

دیکھا آپ نے! وہی قرآن جسے لوگ (العیاذ باللہ) رسول پاک ﷺ سے برگشتہ سمجھتے تھے "شانِ رسول" بیان فرما رہا ہے اور ظاہر کر رہا ہے کہ ان کے ہر فیصلہ اور ہر حکم کو ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش رکھے بغیر تسلیم کرنے کا نام ہی ایمان ہے جس کے اندر یہ نہیں وہ اپنے ایمان کا احتساب کرے، مفسر قرآن پیر کرم شاہ آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رسول کریم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت و اتباع کو پھر، نہایت، واضح، مؤکد اور مؤثر پیرایہ میں بیان فرمایا جا رہا ہے، واؤ قسم کے لیے ہے، نفی ایمان کی دلالت کرنے کے لیے لافنی کو دوبار ذکر کیا



ہے۔ ایک بار قسم سے پہلے اور دوسری بار قسم کے بعد یعنی تیرے رب جلیل کی قسم، وہ ہرگز ہرگز ایماندار نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک لائفی پرائکٹ کیا جاتا تو عبارت لغوی لحاظ سے تو درست ہوگی لیکن یہ زور بیان مفقود ہوتا۔ امام ابن جریر وغیرہ کا قول ہے کہ اس آیت کا تعلق بھی واقعہ سابقہ (ایک یہودی اور منافق کے مقدمہ جس میں حضور نے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا جس کے بعد منافق حضرت ابو بکر اور عمر کی خدمت میں گیا اور حضرت عمر نے اس کی گردن مار دی) سے ہے۔ اور یہ حکم بھی حضور کی ظاہری حیات تک نہیں، بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔ ہر شخص کے لیے ہے اور یہی ایمان کی اساس ہے۔ جو شخص اطاعت رسول سے سرتابی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق قسم سے مؤکد کر کے یہ فیصلہ دیتا ہے کہ وہ مومن نہیں، وہاں تو وہی اطاعت قبول ہے جو اس کے رسول کے اتباع اور پیروی میں ہو، اور وہی مطیع ہوگا جو مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کا طوق زیب گلو کیے حاضر ہوگا۔ فاسعبروا یا اولی الابصار (تفسیر ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۳۰۶)

### منصب رسالت:

رسول اکرم ﷺ قرآن کو لانے والے بھی ہیں، اور قرآن کی تلاوت فرما کر سنانے کے ساتھ ساتھ اس کے رموز و اسرار کو سمجھانے والے بھی ہیں۔ حجت حدیث اور سنت کی آئینی حیثیت کی تفہیم کے لیے حضور اکرم ﷺ کی ان حیثیات کا قرآن ثبوت پیش نظر رہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الجمعة: ۲/۶۲)

وہی (اللہ) ہے جس نے ان پڑھوں میں، انہی میں سے ایک رسول بھیجا، کہ وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں، اور ان میں کتاب اور حکمت کی تعلیم عطا فرماتے ہیں۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ (آل عمران: ۱۶۴)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر، کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا، اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ (البقرہ: ۱۲۹/۲)

جیسا ہم نے بھیجا ایک رسول تم میں سے، کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے، اور تمہیں پاک کرتا ہے، اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے، اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

حضور اکرم ﷺ دعاء خلیل اور نوید مسیحا ہیں۔ قرآن مجید میں دعاء ابراہیمی کے مبارک الفاظ پر بھی غور فرمائیے:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ﴾ (البقرہ: ۱۲۹/۲)

اے ہمارے رب! مبعوث فرمان میں انہیں میں سے ایک رسول جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک فرمائے۔

### تلاوت، تعلیم اور تزکیہ:

تینوں الگ الگ چیزیں ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی منصبی ذمہ داریوں میں سے ہیں۔ ان تینوں کاموں کے لیے صرف قرآن مجید کے الفاظ مبارکہ کا پڑھنا کافی نہیں ہو سکتا۔ تلاوت قرآن کے علاوہ یقیناً تعلیم اور تزکیہ الگ کام ہیں جن کے لیے حضور ﷺ کی بعثت ہوئی۔ تلاوت قرآن مجید بذات خود بھی ایک اہم ذمہ ہے اور بے شمار فوائد دینیہ پر منتج ہے مگر آیات مبارکہ میں نہایت فصاحت، اور لاریب طریقہ سے حضور اکرم ﷺ کا معلم اور مرگزی ہونا بتایا گیا ہے۔ فی الوقت عمیق نظر سے صرف ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾، ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ﴾، ﴿يُزَكِّيهِمْ﴾، ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ﴾ پر غور کرنا ہے۔

کیا منکر بن حدیث کی طرح صحابہ کرام، تابعین اور اسلام کی عمق پر شخصیتوں نے بھی معلم کتاب، اور معلم حکمت کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ حضور ﷺ صرف تلاوت قرآن فرمانے کے ذمہ دار ہیں، اور زبان رسالت سے نکلے ہوئے الفاظ مبارکہ میں سے صرف قرآن ہی حجت شرعیہ ہے، جمہور علماء اُمت جواب تک سنت کو بھی آئین کا ماخذ قرار دیتے ہیں گویا وہ حقیقت کی گندہ تک رسائی نہ پاسکے تھے، اب دور جدید کے ذہنوں نے یہ عقدہ حل کیا ہے؟ قابل غور ہے کہ رسول کی بعثت اگر صرف بحیثیت ایک قرآن خواں کے تھی، تو قرآن مجید کعبہ کی دیواروں سے اہل مکہ کو نہ سنا دیا جاتا؟ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر شجر کے ذریعہ کلام ہوا۔ یا صحیفہ کاملہ کوئی فرشتہ نورانی لا کر کعبہ کی چھت پر اتار دیتا اور کہتا کہ اے مکہ والو! لو یہ خدا کی کتاب ہے۔ اس میں جو کچھ ہے پڑھ کر خود مطلب سمجھ لو، کیونکہ تمہاری زبان خود عربی ہے، اور قرآن مجید بھی عربی زبان میں ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ انسانوں میں سے رسول بھیجا تا کہ انسانوں کے مسائل حل کرے اور قرآن مجید کی تشریح و تفسیر و خود قولاً و عملاً کر کے دکھا دے۔ کیوں نہ ہو کہ وہ رسول خدا کا نائب ہے۔ لہذا اصول دین سمجھانے میں بھی وہ نیابت کا حق ادا کرتا ہے۔

قرآن میں دیکھئے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل: ۱۶/۴۴)

اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار کتاب (قرآن) اتاری، کہ تم لوگوں پر واضح کر دو، جو اُن کی طرف اترا تا کہ وہ غور و فکر کریں۔

یہ آیت کریمہ رسول اکرم ﷺ کو قرآن مجید کا مفسر، شارح، اور وضاحت کرنے والا ثابت کر رہی ہے کیونکہ تبیین معانی اور مفہیم کی ہوتی ہے۔ الفاظ قرآن کی تلاوت اور قرأت ہوتی ہے ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ سے بھی قرآن مجید کے علوم و معارف ہی مراد ہیں، تو ثابت ہوا کہ:

..... رسول اکرم ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ہیں۔

..... رسول اکرم ﷺ قرآن مجید کے رموز و اسرار کی توضیح و تبیین کرنے والے ہیں۔

..... رسول اکرم ﷺ علم و حکمت کی تعلیم دینے والے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ ہم جو کچھ جانتے تھے وہ سب کچھ بتانے والے ہیں۔ اس مقام پر کوئی ذہن یہ سوچ سکتا ہے کہ کیا حضور اکرم ﷺ قرآن کی توضیح و تشریح اپنے جی سے فرمانے والے ہیں۔ عام انسان جس طرح کسی بات کا اپنے ذہن اور علم کے مطابق مطلب نکالتا ہے، اس میں اور توضیح و تشریح رسول میں کیا فرق ہے؟ غور و فکر کا یہی غیر سنجیدہ طریقہ ہے جو ضلالت و گمراہی کے دروازے کھولتا ہے اور اپنے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی آتش جہنم کا ایندھن بناتا ہے۔

### رسول کے تشریحی اختیارات:

رسول زمین پر خدا کا نائب ہے۔ احکام، تشریع اور تمام فیصلوں میں وہ رب تعالیٰ کی مرضی کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ اس کے اعمال، ارشادات، یا کسی کے فعل کو دیکھ کر خاموشی اختیار کر لینا ہی اسلامی قانون سازی کی بنیادیں ہیں۔ دیکھو رب تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اپنی عطا سے جو اختیارات تفویض فرمائے ہیں اُن کا بیان کس طرح کرتا ہے:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاعراف: ۷/۱۵۷)

اور اللہ کا رسول اُن کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام فرماتا ہے۔

ارشاد رب العالمین ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾

(الاحزاب: ۳۶/۳۳)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمادیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بے شک صریح گمراہی میں بہکا۔

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں حضرت علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

”تذکرۃ العرفان“ میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ آیت زینب بن جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی، امیمہ حضور سید عالم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

واقعہ یہ تھا کہ زید بن حارثہ جن کو رسول کریم ﷺ نے آزاد کیا تھا، اور وہ حضور ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضور نے ان کے لیے زینب کو پیغام دیا۔ اس کو زینب نے اور ان کے بھائی نے منظور نہیں کیا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور حضرت زینب اور ان کے بھائی اس حکم کو سن کر راضی ہو گئے اور حضور سید عالم ﷺ نے زید کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔ اور حضور نے ان کا مہر دس دینا ساٹھ درہم ایک جوڑا کپڑا پچاس بد (ایک پیانہ ہے) کھانا تیس صاع کھجور دیں۔

مسئلہ..... اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے، اور نبی علیہ السلام کے مقابلہ میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔

مسئلہ..... اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امر و جوہ کے لیے ہوتا ہے۔

(خزائن العرفان، تحت آیت مذکورہ بالا ص ۶۱۲)

آیت مبارکہ اور شان نزول کا بغور مطالعہ فرمائیے اور رسول اکرم ﷺ کے من جانب اللہ مفوضہ اختیارات کا جلوہ دیکھئے، یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ کسی عورت یا کسی مرد کا شخص مخصوص کے ساتھ نکاح کرنا فرض نہیں ہے۔ یہ ایک مرضی اور منشا کی بات ہے مگر اسی بات کو اگر رسول خود فرمادیں تو وہی امر مستحب و مندوب واجب بن جاتا ہے۔ یہ وقار اور عظمت ہے زبان رسالت مآب ﷺ کی اور ذرا آیت مبارکہ کا تیور دیکھئے کہ ایسے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے حق میں وہی الفاظ ذکر فرمائے گئے ہیں جو اسی قرآن عظیم میں مگراہوں، بد مذہبوں کے حق میں وارد ہوئے ہیں، اور ایک رُخ اور بھی قابل توجہ ہے کہ فرامین رسول اور احکام مصطفیٰ ﷺ کو حکم رب کے سوا کچھ اور نہ خیال کیا جائے بلکہ مرضی رسول ہی مرضی خدا ہے احکام مصطفیٰ ہی احکام کبریا ہیں۔ اس لیے کسی فاسد ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ یہ نکاح واجب تو نہیں تھا۔ ہاں بات تو ایسی ہی ہے مگر اس مستحب کام کا حکم جب رسول خدا نے فرمادیا تو اب وہ تمہارے حق میں واجب ہو گیا۔ اس لیے کہ رسول احکام شرعیہ کے تملیک خدا مالک و مختار ہیں۔

سورہ توبہ میں ایک مقام پر ارشاد رب العالمین ہے:

### سنت کی آئینی حیثیت

﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ

اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ (التوبہ: ۲۹/۹)

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لائے اللہ اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اُس چیز کو جس کو حرام کر دیا ہے اللہ اور اُس کے رسول نے۔

یہ آیت کریمہ بھی ببالغِ ذہل اعلان کر رہی ہے کہ حلت و حرمت کا اختیار رسول اعظم و اکرم ﷺ کو بھی رب کائنات نے عطا فرمایا ہے۔ سطور بالا میں یہی مفہوم سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ سے بھی صاف متبادر ہے۔

رسول جو دیں وہی شریعت ہے:

خُد اور خدائی کے درمیان رسول اس مستحکم رابطہ عظمیٰ کا نام ہے جس پر عدم اعتماد کی ہلکی سی لکیر بھی دین و ایمان کے سارے قلعہ کو انہدام تک پہنچا دے گی۔ ان دیکھے رب پر ایمان اور اعتماد کا واحد ذریعہ ذات رسول ہے۔ اور وہ ذات، الہی تربیت سے اس طرح مستحکم اور پائیدار ہے کہ احکام دین و شرع کی تبلیغ میں اس سے کسی قسم کا سہو و نسیان ناممکن ہے، وہ خدائی اور اوامر و نواہی کو من کل الوجوہ اُمت تک پہنچاتے ہیں۔ مخلوق کو اس پر کیسا اعتماد رکھنا چاہئے اس کے لیے خالق کائنات کا مستحکم اعتماد مشعلِ راہ ہے۔

ارشاد رب العالمین ہے:

﴿وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط

إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر: ۵۹/۷)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

توجہ فرمائیں ان کی عطا پر راضی رہنے کا نام ایمان ہے اور ان کے ممنوعات سے لاپرواہی کرنے کا نام ہی معصیت ہے، جس نے اُن کے اوامر و نواہی سے رُوگردانی کی اس کو خدائی عذاب کی تہدید قرآن مجید کی زبان سے سنائی جا رہی ہے۔



حضرت علامہ امام عبدالوہاب شعرانی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں شیخ اکبر قدس سرہ سے نقل فرماتے ہیں:

أَيُّ لَأَنِّي جَعَلْتُ لَهُ أَنْ يَأْمُرَ وَيَنْهَى زَائِلًا عَلَى تَبْلِيغِ صَرِيحِ أَمْرِنَا وَ نَهْيِنَا إِلَى عِبَادِنَا (كتاب اليواقيت والجواهر، للإمام شيخ عبد الوهاب شعراني، ج ٢ ص ٤٥)  
یعنی، بے شک میں نے (اللہ تعالیٰ) اپنے حبیب کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ آپ ہمارے صریح امر و نہی سے زائد امر اور نہی فرمائیں۔

### تشریحی اختیارات کی مثالیں:

سرور عالم ﷺ کی تشریحی اختیارات کے جلوے ذخیرہ احادیث میں وافر ملتے ہیں:

حضور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا، پس حج کرو، ایک شخص نے عرض کیا، کیا ہر سال یا رسول اللہ! آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اس شخص نے تین بار یوں ہی کہا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَكَمَا اسْتَطَعْتُمْ (مشکوٰۃ المصابیح، ج ٢٢١)

اگر میں ہاں فرمادیتا تو حج ہر سال کے لیے واجب ہو جاتا اور تم لوگ اس کی طاقت نہ رکھتے۔

حدیث مبارکہ کے مذکورہ الفاظ مبارکہ کی شانِ جلالت پر غور فرمائیے اور طمطراقِ نبوت کو ملاحظہ فرمائیے۔ صحابی رسول کے یہ پوچھنے پر کہ کیا ہم پر ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ حضور اقدس ﷺ کا سکوت اُمت کو ایک ناقابلِ برداشت ذمہ داری سے سبکدوش فرما رہا ہے۔ برخلاف اس کے اگر وہی لب ہائے مبارکہ محض ہاں فرمادیتے تو قیامت تک آنے والے تمام مستطیع اہل احکام کو سالانہ حج کرنا واجب ہو جاتا۔ شیخ محقق علامہ الشاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اس حدیث کے تحت ”اشعة اللمعات“ میں رقمطراز ہیں:

ظاہر ایں حدیث دران است کہ احکام مفوض الدیباں حضرت (ﷺ) (اشعة للامعات

للعلامة الشيخ عبد الحق المحقق الدهلوی ج ٢ ص ٣٠٢)

یعنی، یہ حدیث اس بارے میں ظاہر ہے کہ احکام الہی حضور قدس ﷺ کے سپرد ہیں۔

### حضور نے مدینہ کو حرم بنا دیا:

اسی طرح حضور اقدس ﷺ نے اپنے تشریحی اختیارات کا استعمال فرماتے ہوئے مدینہ کو حرم قرار دیا چنانچہ ”صحیحین“ میں حضرت انس صحابی رسول ﷺ و رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: (ایک سفر کے دوران) نبی اکرم ﷺ کے سامنے اُحد پہاڑ ظاہر ہوا تو حضور نے فرمایا ”یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں اے اللہ! ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرم بنا دیا:

وَأَنِّي أَحْرَمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا (مشکوٰۃ المصابیح، ص ٢٤٠)

اور وہ پہاڑیوں کے درمیان جو (مدینہ) ہے میں اسے حرم بناتا ہوں۔

اسی کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ”صحیح مسلم شریف“ میں نقل کیا ہے۔ رسول اکرم و اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرام کر کے حرم بنا دیا۔ اور میں نے مدینہ کے دونوں کناروں کو جو کچھ ہے اس حرم بنا کر حرام کر دیا کہ اس میں کوئی خون نہ بہایا جائے۔ نہ لڑائی کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں اور نہ کسی درخت کو کاٹا جائے سوائے جانوروں کو چارہ دینے کے لیے۔

اس حدیث پاک میں بھی ہمارے مُستدل یہ الفاظ مبارکہ ہیں:

أَنِّي حَرَمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا (مشکوٰۃ المصابیح، ص ٢٣٩)

جو حضور اقدس ﷺ کے تشریحی اختیارات کو ثابت کر رہے ہیں۔

اسی طرح فتح مکہ کے موقع کی حدیث مبارکہ جسے ”صحیح بخاری“ اور ”صحیح مسلم“ دونوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کیا ہے مفہوم حدیث سامنے رکھیے۔

### اذخر کو مستثنیٰ فرمایا:

سرور عالم ﷺ نے فتح مکہ کے روز فرمایا کہ ”یہ وہ شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس دن حرم بنایا جب زمین اور آسمانوں کو پیدا فرمایا ہے۔ پس وہ تا قیامت اللہ کی حرمت سے حرام ہے اور یقین رکھو

کہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس میں جنگ کرنا حلال نہیں کیا۔ اور میرے لئے بھی دن کی ایک ساعت ہی میں حلال کیا۔ لہذا وہ اللہ کے حرام کرنے سے تاقیامت حرام ہے۔ اس کا ایک کاٹنا نہ کاٹا جائے نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے اور نہ اٹھائے کوئی اس کی گری ہوئی چیز کو، سوائے اس کے جو اس کا اعلان کرے اور نہ اس کی گھاس قطع کیا جائے، تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مگر اذخر گھاس (کو استثناء فرمائیے) اس لیے کہ وہ گھاس لوہاروں اور لوگوں کے گھروں کے کام آتی ہے۔

فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخَرَ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۳۸)  
تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اذخر کے سوا (یعنی وہ مستثنیٰ ہے)۔

اس حدیث پاک پر اپنی جانب سے کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے دو مشہور و محقق شارحین حدیث کے اقوال نذر قارئین ہیں:

امام عبد الوہاب شعرانی "میزان الکبریٰ" میں گوہر فشاں ہیں:

حق تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو یہ منصب عطا فرمایا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی جانب سے مقرر فرمادیں۔ جس طرح حرم کے نباتات کو حرام کرنے والی حدیث میں ہے کہ حضور کے چچا عباس نے عرض کی یا رسول اللہ! اذخر گھاس کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ تو حضور نے اذخر کو اس حکم سے نکال دیا یعنی اس کا کاٹنا جائز کر دیا۔

وَلَوْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَجْعَلْ لَهُ أَنْ يَشْرَعَ مِنْ نَفْسِهِ لَمْ يَتَجَرَأْ ﷺ أَنْ يَسْتَشْنِ

شَيْعاً مِمَّا حَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى (میزان الشريعة الكبرى، ج ۱ ص ۲۸)

اور اگر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ منصب نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمادیں تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جو شے خدا نے حرام کر دی اس میں سے کچھ مستثنیٰ کر دیں۔

تحقیق عصر علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

در مذہب بعضے آن است کہ احکام مفوض بود، بے ﷺ، ہر چہ خواہد و برہر کہ خواہد

حلال و حرام گرداند (اشعة اللمعات، ج ۲ ص ۳۸۵)

یعنی، بعض حضرات کا مذہب ہے کہ احکام حضور اقدس ﷺ کو سپرد ہیں، جو کچھ اور جس پر چاہیں حلال و حرام فرمادیں۔

### خصوصی مراعات دینے کا اختیار:

چنانچہ "ترمذی" و "ابن ماجہ" میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اگر امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی دو تہائی یا نصف شب تک مؤخر کر دیتا۔"

اور عقبہ بن عامر کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے انھیں اس کام کا حکم دیا کہ صحابہ میں قربانی کی بکریاں تقسیم کر دیں۔ انھوں نے حسب فرمان رسالت مآب بکریاں تقسیم فرمادیں۔ ایک بکری باقی رہ گئی جو ابھی چھ ماہ کی تھی۔ انھوں نے سرکار کے حضور اس کا ذکر کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے عقبہ بن عامر کے حق میں خصوصی حکم نافذ کر دیا:

ضَحَّ بِهْ اَنْتَ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۳۷)

اس کو تو اپنی طرف سے قربانی کر لے۔

حالانکہ سارے عالم اسلام کے لیے حضور اقدس ﷺ ہی نے قانون مرحمت فرمایا ہے کہ ایک سال سے کم کی بکری کی قربانی جائز نہیں ہے۔ مگر مختار کو نہیں جس کو چاہیں عام احکام سے استثناء عطا فرمادیں۔

### پانچویں مثال:

اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا مِمَّا حَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى﴾ نازل ہوئی جس میں رب تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنے، اچھے کام میں حضور کی نافرمانی نہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مردوں کو بین نہ کرنے پر حضور اقدس ﷺ سے بیعت کا حکم تھا۔ اُمّ عطیہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! فلاں گھر والوں کو توحہ کے اس سے حکم سے مستثنیٰ فرماد دیجئے۔ کیونکہ انھوں نے جاہلیت کے زمانے میں میری مدد کی تھی، پس ضروری ہے کہ میں رونے میں اُن کی مدد کروں اس پر رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

إِلَّا الْفُلَانُ (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۳۰۴)

آل فلاں کے علاوہ۔

یہ حضور اقدس ﷺ کے خصوصی اختیارات کے مظاہر ہیں کہ نوحہ گری معصیت اور گناہ کا کام ہے مگر جسے چاہا اس حکم سے الگ فرمادیا امام ابو زکریا محی الدین ابن شرف نووی ”شرح“ میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ اس بات پر محمول ہے کہ حضور اقدس نے اُمّ عطیہ کو آل فلاں کے بارے میں خاص رخصت عطا فرمائی تھی، جیسا کہ ظاہر ہے:

وَلِلشَّارِعِ أَنْ يَخْتَصَّ مِنَ الْعُمُومِ مَا شَاءَ (شرح مسلم للنووی، ج ۱ ص ۳۰۴)

اور شارع کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہیں خاص فرمادیں۔

چھٹی مثال:

ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کیا ہوا؟ کہنے لگا میں نے رمضان میں بحالت روزہ اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی حضور نے دریافت فرمایا کیا غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اُس نے عرض کی نہیں حضور نے پوچھا کیا دو ماہ کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ اُس نے عرض کی نہیں حضور نے پھر سوال کیا، کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اُس نے عرض کی نہیں حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اتنے میں خدمت رسول میں کھجوروں کا ٹوکرا حاضر کیا گیا حضور اقدس نے سائل کو بلوایا اور فرمایا یہ ٹوکرا لے جاؤ اور خیرات کرو اس نے عرض کیا اے رسول خدا! کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج کو خیرات کروں؟ خدا کی قسم مدینہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں اس کی یہ بات سن کر حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے پھر آپ نے فرمایا:

أَطْعِمُهُ أَهْلَكَ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۶۲)

اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

عالم اسلام میں زمانہ نبوی سے قیامت تک جو مسلمان بھی روزے کے زمانے میں اس گناہ کا

مرتب ہوگا اس کے لیے کفارہ کا مذکورہ طریقہ ہی ہے مگر دو رسالت کے اس خوش نصیب کے لیے مختار کونین مالک دارین ﷺ نے خصوصی قانون نافذ فرمایا کہ اگر وہ غلام آزاد نہیں کر سکتے تھے، تو روزہ بھی نہ رکھیں، مسکین کو کھانا بھی نہ کھلائیں بلکہ دربار رسالت ﷺ سے خود کھجوروں کا ٹوکرا مرحمت ہوتا ہے اور اس خصوصی رعایت کے ساتھ لے جا کر اپنے اہل و عیال کے ساتھ مل کر کھالیں تو ان کے لیے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ (فتح القدیر، ج ۱ ص ۳۹۴)

ساتویں مثال:

اسی طرح ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ: یا رسول اللہ! سالم (آزاد کردہ غلام) میرے سامنے آتا جاتا ہے وہ جوان ہے اور ابو حذیفہ کو یہ ناپسند ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

أَرْضِعِيهِ حَتَّى يَذْخُلَ عَلَيْكَ (مسلم ج ۱ ص ۴۶۹۔ نسائی ج ۲ ص ۶۹۔

ابن ماجہ ص ۱۴۱)

تم اس کو دودھ پلا دو تا کہ وہ آتا جاتا رہے۔

قانون شرع کے مطابق کسی جوان مرد کو عورت کا دودھ پینا جائز نہیں ہے اور اگر پی لے پھر بھی اس سے رضاعت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ مگر وہ مختار قوانین شرع ﷺ اپنے خصوصی اختیارات سے سالم مولیٰ کے حق میں جو حکم فرمادیں اس کی رو سے وہ رضاعی بیٹے ثابت ہو گئے۔ اور تمام ائمہ اہل سنن کی شہادت موجود ہے کہ یہ رخصت سرورِ دو عالم ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ سالم کو عطا فرمائی ہے۔

آٹھویں مثال:

رسول اکرم ﷺ کی شہزادی، سیدنا ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ، حضرت بی بی سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ بدر کے موقع پر سخت علیل تھیں۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم مرحمت فرمایا کہ وہ مدینہ طیبہ ہی میں رہیں اور سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کریں اور فرمایا کہ:

إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَ سَهْمُهُ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۶۲)



تہیں حاضرین بدر کا ثواب بھی ملے گا اور مالِ غنیمت کا حصہ بھی۔

یہ اختیار سید کوئین رحمۃ اللہ علیہا کہ حضور نے غزوہ بدر میں شرکت کے بغیر جہاد کا ثواب اور مالِ غنیمت کا حصہ دار قرار دیا۔ اسی قبیل سے حضرت خویسہ بن ثابت انصاری کی تنہا شہادت (گواہی) کو دو شہادتوں کے برابر قرار پانا سرورِ دو عالم ﷺ کے فرامینِ خصوصی میں سے ہے۔ انہی حضرت خزیمہ کی روایت موزوں پر مسیح کے سلسلہ میں ہے کہ:

### نویں مثال:

رسول اللہ ﷺ نے (مسح موزہ) کی مدت تین رات مقرر فرمائی:

وَلَوْ مَضَى السَّائِلُ عَلَى مَسَلَّتَيْهِ لَجَعَلَهَا نَحْمَسًا (سنن ابن ماجہ، ص ۴۲)

اور اگر پوچھنے والا اپنے سوال سے بڑھتا جاتا، تو ضرور حضور پانچ کر دیتے۔

”شرح معانی الآثار“ میں اسی بات کو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے الفاظ دیگر روایت کیا کہ:

وَلَوْ اسْتَوْدَنَاهُ لَوَادَنَّا (شرح معانی الآثار، ج ۱ ص ۴۲)

اگر ہم آپ سے زیادہ مانگتے تو آپ مدت اور بڑھا دیتے۔

### ان احادیث نے کیا مزاج دیا:

کوئی شخص یہ الزام نہ دے کہ احادیث مذکورہ کے یہ مطالب صرف دورِ حاضر کے علماء اہلسنت بیان فرماتے ہیں حاشا وکلاً ایسا کہنا دورِ رسالت پناہ سے آج تک کی تمام تواریخ شرائع و احکام کو بیک زبان مسخ کرنا ہے اور دین و مذہب کے ذخائر اور مآخذ و مراجع سے محض بے خبری کی دلیل ہے کیونکہ تمام غوثِ اصنافِ بحر تفسیر و حدیث، فقہاء و محدثین، ائمہ و مجتہدین رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کے بعد سنت نبوی کو دین و شرع کا مدار سمجھا اور مانا ہے، اور صاحبِ سنت ختم الرسل سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو مالک و مختار احکام، جفویض الہی تسلیم کیا ہے۔ قرآن کتاب الہی ہے اس لیے دین و شریعت کی اولین بنیاد ہے۔ قرآن کے ذریعہ احکام الہیہ جاری ہیں سنت، قرآن کے بعد دوسرا ماخذ ہے۔ اس کو دلیل شرع تسلیم کرنا ہی رسول کو شارح ماننا ہے۔

علامہ شیخ احمد قسطلانی شارح بخاری حضور کے خصائص کے ضمن میں لکھتے ہیں:

من خصائصه عليه الصلاة والسلام أنه كان يخص من شاء بما

شاء (المواهب اللدنیہ، بحوالہ، انوار محمدیہ، ص ۳۱۹)

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائصِ عالیہ میں سے ہے کہ جسے چاہتے جس حکم سے خاص کر دیتے۔

سلطان المحققین حضرت العلامة الشاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حضرت رسول اکرم ﷺ، سلطنت الہیہ کے متولی، اور دربارِ خدا کی جانب سے مقرر

شدہ حاکم ہیں کون و مکان کے تمام معاملات و احکام آپ کے سپرد ہیں اور کوئی سلطنت

آپ کی مملکت و سلطنت سے زیادہ وسیع نہیں ہے۔ (اشعة للمعات، ج ۱ ص ۶۴۴)

کسی کے ذہن میں یہ شبہ نہ در آئے کہ مذکورہ بالا احکامات حضور اقدس ﷺ نے اپنی جانب

سے دیئے نہیں بلکہ رب تعالیٰ کی جانب سے حضور کو یہ اختیارات بخشے گئے ہیں:

﴿قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبْدِلَهُ مِنْ تَلْفَائِي نَفْسِي ۚ إِنَّ اتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ

الَّتِي﴾ (یونس: ۱۰/۱۵)

رد و بدل کروں میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے۔

### بہت پیاری بات:

سنت کی آئینی حیثیت کو سمجھنے کے لیے خود منصب رسالت کے تعارف سے واقفیت لازمی اور

ضروری ہے۔ اس کے بغیر احادیثِ رسول کی اہمیت اور کتاب اللہ سے اس کے ارتباط کی نوعیت کو

سمجھنا دشوار ہے۔ اسی بات کے پیش نظر سطور بالا میں حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے تشریحی اختیارات کی

عملی مثالیں حدیث کی کتابوں کے حوالے سے پیش کر دی گئیں۔ قرآن مجید سے احادیثِ رسول کے

تعلق کو بہت پیارے انداز میں ”مقدمہ مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح“ کے اندر حکم الامت علامہ

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے تمثیلی زبان میں بیان فرمایا ہے:

اسلام میں کلام اللہ کے بعد کلام رسول کا درجہ ہے۔ کیونکہ ہو کہ اللہ کے بعد رسول کا مرتبہ ہے

قرآن گویا لیمپ کی بتی ہے، اور حدیث اس کی رنگینی چمنی جہاں قرآن کا نور ہے وہاں حدیث کا رنگ

ہے قرآن سمندر ہے، حدیث اس کا جہاز، قرآن موتی ہے اور مضامین حدیث اس کے غواص، قرآن اجمال ہے، حدیث اس کی تفصیل، قرآن ابہام ہے حدیث اس کی شرح۔ قرآن روحانی طعام ہے، حدیث رحمت کا پانی، کہ پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہونہ کھایا جائے، حدیث کے بغیر نہ قرآن سمجھا جائے نہ اس پر عمل ہو سکے۔ قدرت نے ہمیں داخلی خارجی نوروں کا محتاج کیا ہے، نور بصر کے ساتھ نور قمر وغیرہ بھی ضروری ہے۔ اندھے کے لیے سورج بے کار، اندھیرے میں آنکھ بے فائدہ، ایسے ہی قرآن گویا سورج ہے، حدیث مومن کی آنکھ کا نور، یا قرآن ہماری آنکھ کا نور ہے اور حدیث آفتاب نبوت کی شعاعیں، کہ ان میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو ہم اندھیرے میں رہ جائیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح للعلامة أحمد یار خان القادری ج ۱ ص ۲)

یقیناً کلام اللہ کو کلام رسول سے الگ کر کے نہیں سمجھا جاسکتا۔ یہ جرات اور اہم یقیناً فتنہ پردازانِ دہری کے ہیں ورنہ خود رب کائنات اپنے محبوب اعظم ﷺ ہی کی زبان مبارک کے ذریعہ اپنا مقدس کلام دنیا کو عطا فرما رہا ہے اور متعدد مقامات اسی کلام اللہ میں ایسے بھی ہیں جہاں خود شانِ رسول ظاہر کرنے کے لیے رب تعالیٰ جل شانہ اپنی بات کو زبانِ محبوب سے کہلوایا ہے۔

قرآن بھی قولِ رسول ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ الْاٰیةُ، قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِیْنَ هٰۤادُوا الْاٰیةُ، قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْکٰفِرُوْنَ

الْاٰیةُ﴾ جیسی سینکڑوں آیات قرآن مجید میں موجود ہیں۔

حتیٰ کہ رب دوعالم اسی قرآن عزیز میں ایک مقام پر قرآن مجید کو قولِ رسول فرما رہا ہے:

﴿فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ۝

(الحاقة: ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲)

تو مجھے قسم اُن چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے، بے شک یہ قرآن

ایک معزز رسول کا قول ہے۔

منکرینِ سنت آنکھیں کھولیں، زبانِ رسالت مآب ﷺ کی عظمتوں کا نظارہ کریں، کہ خود

رب العالمین اپنے کلام کو، ان کی بات فرما کر زبانِ رسول کا وقار ظاہر فرما رہا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید

قولِ خدا ہے یہی ہم سارے عالم اسلام کا عقیدہ ہے۔

دوسری طرف آیت کریمہ:

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (النجم: ۵۳/۵۴)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی، جو انہیں کی جاتی ہے۔

نے یہ عقیدہ راسخ کر دیا ہے کہ سنتِ رسول بھی خدا ہی کی باتیں ہیں۔

اسی طرح رب کائنات نے رسول اللہ ﷺ کی رمی کو اسی مقدس قرآن میں اپنی رمی فرمایا ہے:

﴿وَمَا رَمِیْتُ اِذْ رَمِیْتُ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی﴾ (الأنفال: ۱۷/۱۸)

اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

اور رسول اکرم ﷺ کے دست مبارک پر صحابہ کرام نے بیعت رضوان فرمائی تو اللہ رب

العرز نے اسے یعنی اپنے ہاتھ پر بیعت قرار دیا۔ اور بیعت کے بعد نقض عہد کرنے والوں کو وعید

شدید سنائی اور بیعت پر عمل کرنے والوں کو اجرِ عظیم کی بشارت سے نوازا۔

سورہ فتح کی آیت کریمہ تلاوت کیجئے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبٰیِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبٰیِعُوْنَ اللّٰهَ ط یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ

نَکَثَ فَاِنَّمَا یُنْکِثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیْہِ اللّٰهُ فَسَیُؤْتِیْہِ

اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ (الفتح: ۱۰/۱۱)

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ

کا ہاتھ تو جس نے عہد توڑا، تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد

جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔

ہوش سے کام لو، اے منکرینِ سنت! اور خود بارگاہِ صمدیت صاحبِ سنت ﷺ کی عظمت و

بزرگی دیکھو قرآن، جو کلام اللہ ہے، خود خداوندِ قدوس اسے قولِ رسول فرما رہا ہے۔

زبانِ رسالت کی باتوں کو عام انسانوں کی باتوں پر قیاس نہ کرو، بلکہ حضور کی باتیں وحی ربانی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ اپنے ہاتھ سے جو خاک پھینکتے ہیں اسے خالق کائنات اپنا پھینکنا فرما رہا ہے۔

دستِ رسول کی بیعت خداوندِ قدوس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے۔

دست احمد عین دست ذوالجلال آمدہ در بیعت و اندر قتال  
انہی حقائق و کمالات رسول کا ادراک حاصل ہونے کے بعد ڈاکٹر اقبال نے کہا:  
ذرّہ عشق نبی از حق طلب سوزِ صدیق و علی از حق طلب  
روح را جو عشق او تر رام نیست عشق کو روزیست او را ایشام نیست  
کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ او بحر و بر در گوشہ دامانِ او  
اطاعتِ رسول اطاعتِ خدا ہے:

اسلام و ایمان اور شریعت کے سارے قوانین رسول خدا کو مطاع تسلیم کرنے کے بعد نبی تسلیم  
کیے گئے ہیں اور حضور اقدس ﷺ کی اطاعت دراصل خدا ہی کی اطاعت ہے

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: ۷۹/۴)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اس آیت کی شان نزول "خرائن العرفان" میں ہے کہ:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس اللہ کی اطاعت کی، اور جس  
نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی، اس پر آج کل کے گستاخ بد دینوں کی  
طرح، اُس زمانے کے بعض منافقوں نے کہا "محمد ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ ہم انھیں رب  
مان لیں، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو رب مانا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے رد  
میں یہ آیت نازل فرما کر، اپنے نبی ﷺ کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ "بے شک

رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے"۔ (خرائن العرفان، ص ۱۳۲)

آج کے منکرین حدیث اور دیگر باغیان رسول فرقوں کے ذہن میں بھی وہی منافقانہ خیالات  
اُبھر رہے ہیں اور وہ رسول اللہ کو اللہ سے الگ اور کتاب اللہ صاحب وحی سے الگ کر کے اسلام و  
شریعت کا شیرازہ منتشر کرنا چاہتے ہیں اور یہ سب دشمنان اسلام طاقتوں کے ہتھکنڈے اور ان کی  
مفسدہ پروازیاں ہیں جس طرح اسلام کے دشمنوں نے ہر دور اور ہر زمانے میں نئے نئے فتنے  
پھیلا کر اس دین حق کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوششیں کیں اسی طرح چند نام نہاد، مذہب بیزار

مسلمانوں کو آلہ کار بنا کر آج کے زمانے میں بھی "انکار حدیث" کی وبا پھیلانے کی کوششیں کی  
جاری ہیں مگر.....

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُنِيرَ نُورَهُ وَلَوْ

كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (التوبة: ۳۲/۹)

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا،  
پڑے بُرا مانیں کافر۔

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ

الْكَافِرُونَ﴾ (الصف: ۸/۶۱)

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں، اور اللہ اپنا نور پورا کرنے والا ہے  
اگرچہ بُرا مانیں کافر۔

انکار حدیث کے فتنے کو بھی علماء حق نے دلائل و براہین کی قوت سے گچل کر رکھ دیا ہے۔ بحیث  
حدیث، حضور اکرم ﷺ کے تشریحی اختیارات اور تدوین حدیث کے عنوان پر بے بہا تحریک پر تیار  
ہو چکے ہیں جن سے یہ موہومہ بھی ہوا ہو گیا اور منکرین حدیث اپنی موت آپ مر گئے۔ یہ سب رب  
کائنات کا فضل و احسان ہے۔

کہیں پھونکوں سے بجھتی ہے تجلی نور ایمان کی ہوا رو کے تو کشتی تیز جاتی ہے مسلمان کی

قرآن اجمال ہے حدیث اس کی تفصیل:

قرآن اجمال ہے اور سنت اس کی تفصیل، گویا رسول کریم ﷺ کلام الہی کے شارح حقیقی  
ہیں اور خدا کی باتوں کو محبوب خدا سے زیادہ سمجھ بھی کون سکتا ہے؟ منکرین حدیث کا یہ خیال باطل کہ  
قرآن جب خود مکمل کتاب ہے تو ہمیں حدیث یا کسی اور علم کی ضرورت کیا؟ جو اباعرض ہے کہ یقیناً  
قرآن جامع العلوم ہے، ہر لحاظ سے کامل ہے مگر اس کامل و مکمل کتاب سے لینے کے لیے کامل شخصیت  
بھی درکار ہے۔ وہ کامل ذات، افضل المخلوق سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

یہ اعتراض بھی سامنے آتا ہے قرآن مجید کو خود رب تعالیٰ نے آسان فرمایا ہے۔ یہ بات بھی



درست ہے مگر ”لِللَّهِ الْخُبْرُ“ کی قید بھی ساتھ میں ہے۔ چنانچہ ہم شب و روز مشاہد کرتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی قرآن مجید کو حفظ کر لیتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔ مگر اس کے معانی اور مفہیم تک رسائی کے لیے ”أَوَلَوْ عَلِمَ - فَيَاتَيْنَنَ فِي الْعِلْمِ“ کی شرطیں بھی لگی ہوئی ہیں چنانچہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے علم و شعور کا نور حاصل فرمانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ اگر میں سورہ فاتحہ کی تفسیر کروں تو ستر اونٹ کتابوں سے بوجھل ہو جائیں۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن میں وہ دقت نگاہ حاصل ہے کہ فرمایا ”اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو تو اسے قرآن میں ڈھونڈ لوں“ مگر علوم و معارف کا بحر ذخارا اپنے سینوں میں موجزن رکھنے والے ان اولو العزم صاحبان کمال نے کبھی بھی حدیث رسول اور سنتِ مصطفیٰ سے (صد بار معاذ اللہ) برگشتہ ہونے کا خیال نہیں کیا۔ اور کیوں کر یہ خیال فاسد ان کے قریب آتا کہ علوم و فنون، شریعت و معرفت کا سارا خزانہ تو انھیں دربارِ رسول ﷺ سے حاصل ہوا تھا۔

### دلائل شرعیہ کا منتہا:

تحقیق عصر علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی مقدمہ ”نزہۃ القاری شرح بخاری“ میں ”بحیث حدیث“ کو اپنے مخصوص علمی پیرائے میں ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قرآن خدا کی کتاب ہے واجب القبول ہے، یہ کیسے معلوم ہوا؟ اللہ عز وجل نے آسمان سے لکھی لکھائی جلد بندھی ہوئی کتاب تو نازل نہیں کی۔ اور اگر لکھی لکھائی جلد بندھی بندھائی کتاب اتارتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ یہ کتاب خدا ہے کہیں سے بھی اڑ کر آ سکتی ہے۔ کوئی فریب کار کسی خفیہ طریقے سے کہیں پہنچا سکتا ہے۔ اگر جبرئیل یا کوئی فرشتہ لے کر آتا تو کیسے پہچانتے کہ یہ جبرئیل یا کوئی فرشتہ ہے، کوئی جن، کوئی شیطان، کوئی شعبہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جبرئیل ہوں، میں فرشتہ ہوں، یہ خدا کی کتاب لایا ہوں۔ غرض کہ رسول کے مطاع ماننے سے انکار کے بعد قرآن کے کتاب اللہ ہونے پر کوئی یقینی، قطعی دلیل نہیں رہ جاتی۔ ساری دلیلوں کا منتہا یہ ہے کہ رسول نے فرمایا، یہ خدا کی کتاب ہے یہ جبرئیل ہیں یہ آیت لے کر آئے ہیں، کتاب اللہ کی معرفت اور کتاب اللہ لے کر آنے والے ملک مقرب جبرئیل کی معرفت، قول رسول ہی پر موقوف ہے۔ اگر رسول کا قول ہی ناقابل قبول

ہو جائے۔ تو کتاب اللہ کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا۔ غور کیجئے! رسول نے لاکھوں باتیں ارشاد فرمائیں۔ انھیں میں فرمایا مجھ پر یہ قرآن نازل ہوا۔ مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی۔ سننے والے صحابہ کرام نے ان کو کتاب اللہ جانا اور مانا اور جن ارشادات کے بارے میں یہ نہیں فرمایا احادیث ہوئیں، اب کوئی بتائے ایک منہ سے دو قسم کی باتیں نکلیں۔ ایک قسم مقبول اور دوسری مردود۔ یہ کس منطق سے درست؟ ایک قسم کو مردود قرار دینے کا مطلب ہوگا دوسری قسم کو بھی مردود قرار دینا۔ غرض یہ کہ حدیث کو ناقابل قبول ماننے کے بعد قرآن کا بھی ناقابل قبول ہونا لازم ہے۔ (مقدمہ

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری للعلامة المفتی محمد شریف الحق امجدی، ج ۱ ص ۱۰)

### عصمتِ انبیاء:

سنت رسول کی اہمیت اور حیثیت کی تفہیم کے لیے، حضور اقدس سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور جملہ انبیاء علیہم السلام کی شانِ عصمت بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ کا ہر قدم رب تعالیٰ کے احکام، اور وحی کے تابع ہے۔ آپ رب ذوالجلال کی مرضی ہی کے تابع ہو کر ہر کام کرتے ہیں، اور آپ اپنی زبان مبارک سے کوئی کلام خداوند قدس کی وحی کے بغیر نہیں فرماتے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم: ۵۳/۴۰۳)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

﴿إِنْ أَتَّبِعْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ (الانعام: ۵۰/۶۰)

میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے۔

ان قرآنی انوار سے قلب و نظر روشن کرنے کے بعد اب ہمیں اس سلسلہ کے اہم موضوع انبیاء کرام اور رسولانِ عظام علیہم السلام کی عصمت پر غور کرنا ہے۔ عام انسانوں میں اور انبیاء و رسل میں بہت فرق ہے۔ پروردگار عالم نے ان حضرات کی حفاظت و صیانت اور عصمت کا قدرتی انتظام فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے معصوم ہونے پر قرآن مجید اس طرح دلالت کرتا ہے، ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ لَا أَنْ تَبْتَكَ لَقَدْ كَذَّبْتَ تَرَكْنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۷۴/۱۷)  
اگر تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی جانب کچھ تھوڑے مال ہو جاتے۔

انبیاء کرام کے معصوم ہونے پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ ان پاک ذاتوں میں رب تعالیٰ نے ایسا صفاء جو ہر ودیعت فرمایا ہے جو صرف انہی کے ساتھ خاص ہے، خلافت الہیہ کا منصب عظیم پانے کے لیے وہ مالک حق و قیوم کی طرف سے تیار کئے جاتے ہیں، اسی لحاظ سے ان کے نفوس، اور اجسام بھی افضل ترین ہوتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت خاص سے انہیں ثابت قدمی کی قوت عظیم بخشی جاتی ہے۔ وہ ہر انسانی کج روی سے پاک، منزہ اور معصوم و محفوظ ہیں، عصمت انبیاء کے ماخذ کی نشاندہی کے طور پر چند اہم حوالے نقل کئے جاتے ہیں۔ جو غزالی و ذوالی و علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے مقالہ سے ماخوذ ہیں۔ (از مقالات کاظمی ج ۱ ص ۲۶۹، شرح عقائد نسفی ص ۷۳، مفردات امام راغب اصفہانی ص ۲۴۱، مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۳۹۳، مسائره اور اسکی شرح سامرہ ج ۲ ص ۸۱، تعریف الاشیاء للسید شریف الجرجانی ص ۶۵، اقرب الموارد ج ۲ ص ۳۹۱، دستور العلماء ج ۲ ص ۳۲۵)

### معیار فکر و نظر:

اب ان حقائق کی روشنی میں رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کی جانب جو بھی نظر اٹھے گی، اور سرکار کے اعمال و اقوال کے سلسلہ میں جو بھی ذہن سوچے گا، اسے پتہ چلے گا کہ رسول اعظم ﷺ ہر لحاظ سے خدا کے نائب اور خلیفہ ہیں۔ اُن کا ہر حکم حکم الہی ہے۔ اُن کا ہر فرمان فرمودہ ربانی ہے۔ اُن کی اطاعت خدا کی فرمانبرداری ہے اور ان سے بغاوت رب تعالیٰ سے اعلان جنگ ہے اُن کا مخالف رب کا دشمن، اُن کو خدا سے الگ کرنے اور سمجھنے والا دین و دانش سے دور اور آلہ طاغوت ہے۔ انکار حدیث یقیناً رسول سے کھلی ہوئی بغاوت ہے جس سے قرآن نے مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے اور ڈرایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَنَاجُوا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ

الرَّسُولِ وَتَنَاجُوا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

(المجادلہ: ۵۸/۹)

اے ایمان والو! جب تم آپس میں مشورہ کرو تو گناہ کرنے، حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو، اور نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

رسول کی نافرمانی اور رسول سے بغاوت کا تصور اسلام سے خروج کا پھانک ہے۔ مسلمانو خبردار! اس معاملہ میں خدا سے ڈرو! اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری، دارصل رسول کی اطاعت ہے۔ اس کے سوا کچھ اور نہیں۔ اس لیے رسول کے احکام، اقوال اور رضا مندی کو زندگی کے ہر موڑ پر ملحوظ رکھو۔ یہی جنت کی طرف لے جانے والا راستہ ہے۔

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (النساء: ۴/۱۳)

یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا، اللہ اسے جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اے لوگو! اپنے ایمان کی خیر مناد، رسول کا مقام و مرتبہ سمجھو، جاہل کفار مکہ نے بھی یہ کہا تھا کہ: ”کیا رسول تم جیسا ایک بشر نہیں ہے، اگر تم لوگوں نے اپنے جیسے ایک بشر کی اطاعت کی تو ضرور خسارہ میں رہو گے۔“

آج منکرین حدیث بھی سنت کو اپنے جیسے کسی بشر کی بات سمجھ کر اسے جھٹلا رہے ہیں۔ اُس وقت قرآن مجید نے کفار کے اس خیال کی تردید فرمائی اور یہ ثابت کیا کہ رسول کی اطاعت کرنے والے عام انسانوں کی پیروی نہیں کر رہے ہیں بلکہ رسول کی اطاعت دراصل خدا کی اطاعت ہے۔

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: ۴/۷۹)

جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے خدا کی اطاعت کی۔

رب تعالیٰ نے انبیاء کرام کو ہدایت و رہنمائی کا امام بنایا ہے۔ مسائل شرعیہ کا فیصلہ اُن کی صوابدید پر ہی ہوگا۔ اور جو فیصلہ وہ کریں گے وہ خدا کی فیصلہ ہوگا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ

الْيَوْمَ الْأَخِيرَ ط ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ (النساء: ٥٩)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور اسلامی حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات پر نزاع ہو تو اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر، یہ بات اچھی ہے اور اس کا انجام بہت بہتر ہے۔

”سنت خیر الانام“ کے فاضل مصنف پیر محمد کرم شاہ (فاضل ازہر) جسٹس شریعت کورٹ اسلام آباد، پاکستان مذکورہ آیت کریمہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

ان مختصر سے الفاظ میں قانون و سیاست کے تمام قواعد و ضوابط جس حسن و خوبی سے سمیٹ کر رکھ دیئے گئے ہیں، اسی میں قرآن کی عظمت کا راز پنہاں ہے یہی چیز اس بات کی روشن دلیل ہے کہ یہ کتاب کسی انسان کا نتیجہ فکر نہیں، بلکہ خود کتاب ہستی کے خبیر و علیم مصنف کا بے مثل کلام ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان اصولوں کی تعلیم دی ہے، جن کی برکت سے ہمارا نظام تشریحی، تمام دنیا کے تشریحی نظاموں سے زیادہ ترقی یافتہ، اور ہمارا سیاسی دستور تمام ممالک کے دستوروں سے زیادہ مستحکم ہو سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ پر، اور یوم قیامت پر ایمان لانے کے بعد ہم پر فرض ہو جاتا ہے کہ ہم ان اصولوں پر عمل کریں۔

ان اصولوں کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) قرآن کریم اور اس پر عمل، اسے اطاعت اللہ کے لفظوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۲) سنت نبی کریم ﷺ کی پیروی جسے اطاعت رسول کہا گیا ہے۔

(۳) اپنے (اسلامی) امراء حکومت کے احکام کی اطاعت سے ہی اجماع امت بھی کہا جاتا ہے۔

(۴) اور اگر خلافت الہیہ کے کارکنوں کے درمیان کسی بات پر اختلاف رائے ہو جائے تو اس کا تصفیہ کرنے کے لیے کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف رجوع کیا جائے۔

(سنت خیر الانام، ص ۹۷)

عروہ وثقی:

سنت رسول کو ترک کر کے قرآن مجید کی تفہیم ہی ممکن نہیں، دین اسلام کے یہی دو مستحکم ستون

ہیں مذہب و شریعت کی عظیم عمارت جس پر قائم ہے۔ ان دونوں سے تمسک اور تعلق ہی ہدایت یابی کا ذریعہ ہے۔ اور ان میں سے کسی سے لاپرواہی اور بغاوت کا مطلب یہ ہوا کہ دین سے بغاوت کی گئی اور گمراہی اور ضلالت کا دروازہ کھل گیا۔

علام الغیوب کے محبوب، رسول اکرم ﷺ، قبل از وقت مسلمانوں میں ابھرنے والے متعدد فتنوں کی نشاندہی فرما چکے ہیں، انہیں میں سے کسی کا ایک فتنہ انکار حدیث بھی ہے، چنانچہ زمانہ انکار حدیث جو شدید دور فتن ہو گا اس کی نشاندہی فرماتے ہوئے سرکار نے تمسک بالسنۃ کی اہمیت کس طرح تعلیم فرمائی ہے اسے ملاحظہ کیجئے، ”سنن ابوداؤد“ میں عریاض بن ساریہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایسی بلیغ نصیحت فرمائی کہ ہمارے آنسو نکل آئے، دل لرز گئے، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! گویا یہ جد اہونے والے کی نصیحت ہے؟ براہ کرم کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ”میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں، اور حاکم کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں چاہے تمہارا حاکم کوئی حبشی غلام کیوں نہ ہو“۔

فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَ مُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ، وَ كُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، برقم: ۴۶۰۷۔ ایضاً سنن الترمذی، ۸، برقم: ۲۶۷۶۔ ایضاً سنن ابن ماجہ، برقم: ۴۲۔ ایضاً سنن الدارمی، برقم: ۹۵۔ ایضاً المسند، ۴/ ۱۲۶)

تو جو میرے بعد زندہ رہا امت میں اختلاف کثیر دیکھے گا۔ لہذا تم پر یہ لازم ہے کہ میرے طریقہ، اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو، اسی کو تھامے رہو، اور دانتوں میں سختی سے دبائے رکھو، اور اپنے آپ کو نو پیدا امور سے بچائے رکھو، کیونکہ دین میں اختراع خدہ باتیں بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

گویا فتنہ و فساد کی ایسی آندھیاں چلیں گی جن میں حق و صدات کا دامن مسلمانوں کے ہاتھ سے چھوٹنے کا اندیشہ ہے۔ حکیم غیب داں ﷺ نے اس وقت کے لیے نسخہ شفا تجویز فرمادیا ہے کہ اس وقت میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنا ہی کام آئے گا۔



حضرات خلفاء راشدین بھی صحبت رسول میں ڈھل کر آئینہ انوار رسالت بن گئے ہیں، اس لیے سنت رسول، تشریح قرآن ہے اور سنت خلفاء راشدین تشریح و تکمیل سنت، ”ترمذی“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے بیٹے! اگر تم سے ہو سکے تو اس حال میں صبح و شام کرو، کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف کھوٹ اور کینہ نہ ہو“ پھر فرمایا:

يَا بُنَيَّ! وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي، وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَحِبِّي فِي الْحَيَاةِ (سنن الترمذی، برقم: ۲۶۷۸۔ أيضاً مشکاة المصابيح، برقم: ۱۷۵)

اے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔  
امام حاکم نے سند متصل کے ساتھ ابن عباس سے طویل حدیث نقل کی ہے، جس کا ایک حصہ حدیث رسول کی حجت پر دلیل قاطع ہے:

إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ إِنْ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تُضِلُّوا أَبَدًا: كِتَابُ اللَّهِ وَ سُنَّةُ نَبِيِّهِ (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۹۳۔ أيضاً أخرجه مالك في "الموطأ" برقم: ۳ من كتاب القدر: مرسلًا بلفظ آخر)

بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑ جاتا ہوں کہ اگر انھیں پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے کتاب اللہ اور اللہ کے نبی کی سنت۔

جو بھی مسلمان ہے، وہ اپنے دل میں آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت ضرور رکھتا ہے کیونکہ خدا کی اطاعت رسول اکرم ﷺ کے اتباع کا نام ہے، اور دین و شرع کا اصل محور ہے ذات محمد رسول اللہ ﷺ پھر یہ ناممکن ہے کہ سرکار سے محبت ہو ان کی احادیث، ان کی سنت سے محبت نہ ہو؟ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے انمول موتی ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں جن سے ثابت ہے کہ قرآن پاک اسلامی قانون کا اولین مآخذ ہے اور اس میں ہر چھوٹی بڑی چیز موجود ہے۔ وہ ”نَبِيًّا نَا لِكُلِّ شَيْءٍ“ ہے۔ مگر اس بیان کا ذریعہ، فرمان رسول، اور زبان مصطفیٰ ہے۔ جس طرح ذات رسول "آئینہ خداوندی" ہے اسی طرح فرمان رسول ارشادات ربانی کی توضیح و تشریح ہے۔

حضرت علامہ امام شافعی قرآن و سنت کے باہمی ربط پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

السُّنَّةُ رَاجِعَةٌ فِي مَعْنَاهَا إِلَى الْكِتَابِ فَهِيَ تَفْصِيلُ مُجْمَلِهِ وَ بَيَانُ مُشْكَلِهِ وَ بَسْطُ مُخْتَصِرِهِ (الموافقات ج ۴، ص ۱۲)

سنت حقیقت میں قرآن کی طرف راجع ہے یہ قرآن کے مجملات کی تفصیل، مشکلات کا بیان، اور اس کے مختصرات کی تشریح ہے۔

حافظ ابن قیم سنت کے قرآن سے تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سنت کا قرآن سے تین قسم کا تعلق ہے۔ ایک تو یہ کہ سنت مکمل طور پر قرآن کے موافق ہو، پس قرآن و سنت کا تو ارد ایک ہی حکم کے بارے میں ایسا ہو، جس طرح کوئی دلائل ایک ہی حکم کے بارے میں وارد ہوں، دوسرا یہ کہ سنت قرآن کے لیے بیان ہو اور تفسیر بن رہی ہو، تیسرا یہ کہ وہ ایسے حکم کو واجب کر رہی ہو جس سے قرآن خاموش ہو، یا کسی ایسی چیز کو حرام کر رہی ہو جس کے حرام کرنے سے قرآن ساکت ہو۔ (اس سے معلوم ہوا کہ سنت رسول بھی ذریعہ تحلیل و تحریم ہے جو لوگ رسول کو بالکل بے اختیار سمجھتے ہیں وہ ابن قیم کے اس قول صریح سے سبق لیں)

”سنن ابوداؤد“ میں حضرت مقدم بن معدی کرب سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا دُرْكَوْهُ جَعَلْتُ خُذًا فِي كِتَابِي دِيْغِي هِيَ أَوَّلُ اسِّ الْوَسْطِيِّ (سنت) بھی اس کے ساتھ عطا ہوئی ہے۔ خبردار! عنقریب کچھ شکم سیر مزین تختوں کی ٹیک لگا کر کہیں گے، صرف قرآن کو لازم پکڑو۔ اس میں جو حلال ہے اسے حلال سمجھو، اور جو حرام ہے اسے حرام جانو۔ (سنن ابی داؤد، برقم: ۴۶۰۴۔ أيضاً سنن الترمذی، برقم: ۲۶۶۴۔ أيضاً سنن ابن ماجہ، برقم: ۱۲۔ أيضاً سنن الدارمی، برقم: ۵۸۶۔ أيضاً المسند: ۴/۱۳۲)

اس حدیث پاک نے منکرین حدیث کا بارے میں مسلمانانِ عالم کو بہت پہلے ہی خبردار فرمادیا تھا۔ جو مسلمان اب تک بے خبر تھے باخبر ہوں۔

## کیا حدیث کے بغیر قرآنی احکام پر عمل ممکن ہے:

قرآنی احکام مجمل ہیں، ان پر عمل کرانے ہی کے لئے تو رب تعالیٰ نے رسول اعظم و اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ معلم کتاب مبین بن کر اور حقیقی شارح و مفسر کتاب بن کر تشریف لائے گویا رب تعالیٰ نے جب قرآن کو بلا واسطہ نازل نہیں فرمایا۔ بلکہ رسول کے ذریعہ عالم تک پہنچایا۔ اسی سے یہ بات متبادر ہے کہ ہر کس و ناکس کو قرآنی آیات کا از خود مطلب متعین کرنے کا بھی حق نہیں بلکہ ہوا یہ کہ قرآن اُتارنے سے پیشتر ایک باوقار، امین و صادق پاکیزہ خصال برگزیدہ رسول کو مبعوث فرمایا گیا اور اس کی سیرت طیبہ پر کامل اعتبار و وثوق کو بھی دینِ صادق کی دلیل قرار دیا گیا، پھر اس با عظمت بزرگ رسول پر قرآن کو نازل کیا گیا اور پھر قرآن کو رسول کی تشریح و توضیح اور بیان و تفسیر کی روشنی میں سمجھنے کی ہدایت کی گئی۔ آیت پاک پھر تلاوت کیجئے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾

(النحل: ۱۶/۴۴)

اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یادگار (کتاب) اُتارا کہ تم لوگوں کو بیان کر دو جو ان کی طرف اُتارا کہ وہ دھیان دیں۔

یہ روشن قرآنی ہدایت ہے۔ جو لوگ اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں۔ وہ کس قرآن پر عمل کرنا چاہتے ہیں جس میں یہ آیت نہیں ہے؟ یا اُن کے نزدیک اطاعتِ رسول، تبیینِ رسول کی آیات قرآنیہ معاذ اللہ کالعدم ہیں؟

قرآن مجید کو سمجھنے اور آیات و احکام کے مطالب مقرر کرنے کے لئے حدیثِ رسول سے مفر ممکن نہیں مثلاً

﴿اقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو) ہی کو لیجئے۔ ”الصلوة“ کو اگر لغتِ عرب کے ذریعہ حل کریں گے تو آپ کو ملے گا کہ ”صلوة“ بمعنی دعا، صلوة، صَلَوٰتِین کا مفرد ہے اور یہ پیچیدگی دو رنگوں کو کہتے ہیں، ”صلی اللحم“ اس وقت کہتے ہیں جب گوشت کو بھونا جائے یا جلانے کے لئے آگ میں ڈالا جائے، اکثر اہل لغت اسے دُعا کے معنی میں لکھتے ہیں۔ ”صَلَّيْتُ

لہ“ میں نے اس کے لئے دعا کی۔ ”تاج العروس“ میں ہے:

الصلوة عبادۃ فیہا رکوع و سجود و هذه حقيقة شرعية الخ  
یعنی، صلوة اس عبادت کا نام ہے جس میں رکوع و سجود ہوتے ہیں اور اس لفظ کا یہ معنی حقیقتِ شرعیہ ہے۔

گویا ”تاج العروس“ کی یہ توضیح ”صلوة“ کا مدلول خارج میں متعین ہونے کے بعد ظہور میں آئی ہے۔ ورنہ لغتِ عرب سے تو ”صلوة“ بمعنی دعا سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ پھر بتائیے کیا مسلمانانِ عالم ہنکر مین حدیث کے بقول ”اقِيْمُوا الصَّلٰوةَ“ کا مطلب خود مقرر کریں گے اور جتنے نمازی ہوں گے اتنی ہی قسم کی نمازیں پڑھیں گے۔ یا کیا طریقہ ہوگا؟؟

لاحالہ نہایت بداہت سے سمجھا جاتا ہے کہ نماز قائم کرنے کا حکم رب کائنات کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ عربی داں صحابہ کی نگاہ استفسار کتاب و حکمت سکھانے والے، تبیین و توضیح فرمانے والے، اور قوانینِ الہیہ کو اُسوۂ کُنّہ کا نورانی جامہ عطا فرمانے والے رسول کی جانب اٹھی اور آپ نے اپنے عمل و بیان کے ذریعے مکمل نماز جو خدا تعالیٰ کو مقصود تھی ہمیں عطا فرمادی اور ارشاد ہو گیا:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ (صحیح البخاری، برقم: ۶۳۱۔ ایضاً سنن

الدارمی، برقم: ۱۲۵۳۔ ایضاً المسند: ۵۳/۵)

جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو ویسے تم سب بھی پڑھو۔

اسی طرح حکمِ زکوٰۃ پر عمل کرنے کے لئے بھی نصاب کا تعین، کس شے پر زکوٰۃ ہے، اور کس شے پر نہیں۔ ان سب کی تفصیلی تبیین حدیثِ رسول ہی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح حج کو لیجئے، قرآن مجید کے ذریعہ حج کے مہینوں کا تعین ہو جاتا ہے۔

عرفات سے لوٹنے کا ذکر مل جاتا ہے، طوافِ بیت اللہ کا حکم بھی ہے، اب دنیا کا کوئی مسلمان حدیثِ رسول سے بے گانہ ہو کر قرآن مجید کی آیہ کریمہ:

﴿لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (آل عمران: ۹۷)

اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

﴿النساء: ۴/ ۵۹﴾

”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں جو صاحب امر ہے اس کی“۔ تلاوت کر دی۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾ (چور اور چورنی ان کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالو) مگر قرآن مجید نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کہ کتنا مال یا دولت چوری کرنے پر قطعید ہے۔ اور ایک ہی ہاتھ کاٹا جائے یا دونوں ہاتھ بیک وقت کاٹ لیے جائیں، یا ایک قطع ہوگا تو پہلے کون سا؟ داہنا یا بایاں؟

اسی طرح قرآن مجید میں ہے ﴿أَحْلَ الثَّمَرِ النَّبِيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (اللہ نے تجارت کو حلال اور زیادتی کو حرام فرمایا) لغت عرب میں ربو زیادتی کو کہتے ہیں۔ اب اس کا تعین کیسے ممکن ہے کہ کتنی زیادتی اور کس نوعیت کی زیادتی حرام ہے؟

اب اس کی تشریح و توضیح مثلاً یہ حدیث پاک ہے:

الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءٌ بِسَوَاءٍ يَدًا يَدًا وَالْفَضْلُ رَبًّا (مشكاة المصابيح، کتاب البيوع، باب الربا)

بیع کرو سونے کو سونے کے بدلے میں، چاندنی کو چاندنی کے عوض، اور گیہوں کو گیہوں کے جو کو جو کے، کھجور کے کھجور کے، اور نمک کو نمک کے بدلے، جنس جنس برابر برابر دست بہ دست اور زیادتی ربو (یعنی سود) ہے۔

یہ اور اسی طرح دیگر احادیث پیش نگاہ نہ ہوں تو بیع اور ربو میں تفریق کس ذریعے سے ہوگی؟ بعض احکام حدیث قرآن کی طرح واجب العمل ہیں:

محقق عصر علامہ مفتی شریف الحق امجدی ادام اللہ انوارہ ”نزہۃ القاری شرح بخاری“ کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

غور کیجئے بہت سے وہ احکام ہیں، جو قرآن مجید میں مذکور نہیں، صرف حضور اقدس ﷺ نے

پر کس طرح عمل کرے؟ ”أَشْهُرُ مَعْلُومَاتٍ“ یعنی حج کے مقررہ مہینوں (شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن) میں کون مقرر کرے گا حج کب ہوگا؟ عرفات میں کب قیام ہوگا؟ خانہ کعبہ کا طواف کس طرح کتنی بار ہوگا؟ کہاں سے طواف کی ابتداء کرنی ہے اور دوران طواف کیا کرنا ہے؟ قرآن میں احرام کا حکم بھی ہے مگر اس کی کیا صورت ہوگی، کب کہاں سے باندھا جائے گا؟ اس کی کیا کیا پابندیاں ہوں گی؟ ان سب کی وضاحت کیسے ہوگی، خُدا خواستہ منکرین حدیث کی اسکیم پر چل پڑتے تو دنیا کے اسلام میں مرکز تو حید میں جمع ہو کر اس عالمگیر اسلامی فریضہ خداوندی کی ادائیگی کے مقاصد ہی فوت ہو جائیں اور اسلامی حج محض تفریح اور سیر سیالے جیسی کوئی چیز بن جائے کہ جو جب چاہے ان مہینوں میں حج کرے، جب چاہے قیام عرفات کرے، جیسے چاہے احرام باندھے اور جیسے چاہے طواف کرے اس سے اور سب کچھ تو ہوگا، مگر مقصود اللہ فریضہ حج جو اسلام کا اہم رکن ہے وہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس فریضہ حج کی کامل ادائیگی کے لئے لامحالہ رسول خدا ﷺ کی سنت مبارکہ، حدیث کی جانب نگاہ اٹھانی پڑے گی، پھر سنت رسول کے ذریعہ حج کے تمام امور واضح ہو کر سامنے آ جائیں گے اور ”الَّذِينَ يُسْرِ“ کا منظر دنیا کے سامنے آئے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿فَلَمَّ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (النساء: ۴/ ۴۳)

اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔

تیمم کے سلسلہ میں طریقہ تیمم اور صرف وضو کے لئے تیمم ہے یا غسل کے لئے بھی؟ قرآن سے اس کی توضیح کہاں ہو رہی ہے؟ چنانچہ ایک صحابی کو دوران سفر غسل کی حاجت ہوئی اور پانی نہیں تھا تو انھوں نے اپنے پورے جسم پر مٹی سے مسح کر لیا۔ اور خیال کیا کہ یہی طریقہ ہوگا مگر حضور سید عالم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو تیمم کا وضو کا ہے وہی غسل کا بھی ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکم ابن ابان نے دریافت کیا کہ اُم ولد کا کیا حکم ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ آزاد ہیں۔ انھوں نے اس بارے میں دلیل قرآنی دریافت کی تو حضرت عکرمہ نے آیت کریمہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ



ارشاد فرمائے اور وہ بھی قرآن کی طرح واجب العمل قرار پائے مثلاً

(۱) "اذان" قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں، کہ نماز پنجگانہ کے لیے اذان دی جائے، مگر اذان عہد رسالت سے لے کر آج تک شعار اسلام رہی اور رہے گی۔

(۲) نماز جنازہ، قرآن میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں، مگر یہ بھی فرض ہے۔ اس کی بنیاد ارشاد رسول ہی ہے۔

(۳) بیٹ المقدس کو قبلہ بنانے کا قرآن میں کہیں حکم نہیں، مگر تحویل قبلہ سے پہلے یہی نماز کا قبلہ تھا۔ یہ بھی صرف ارشاد رسول سے ہی تھا۔

(۴) جمعہ وعیدین کے خطبے کا کہیں قرآن میں حکم نہیں، مگر یہ بھی عبادت ہے، اس کی بنیاد صرف ارشاد رسول ہی ہے اور وہ بھی اس شان سے کہ اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوئی، تو کوتاہی کرنے والے کو تنبیہ کی گئی، مثلاً ایک بار جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا۔ اسی اثناء میں ایک قافلہ آ گیا کچھ لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ (الجمعة: ۶۲/۱۱)

انہوں نے جب کھیل یا تجارت کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے آپ فرمادیں وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے۔

یہ صرف اس بناء پر ہے کہ قرآن کی طرح ارشاد رسول بھی واجب الاعتقاد و العمل ہے۔ اس میں بھی کوتاہی کی وہی سزا ہے جو قرآن کے فرمودات میں کوتاہی کی ہے۔

### باب استدلال میں کیفیت احادیث:

احادیث میں جن چیزوں کا اثبات ہوتا ہے۔ "نزہۃ القاری" کے مقدمہ میں علامہ موصوف نے اُن کی چار قسمیں درج کی ہیں:

عقائد قطعیہ: جیسے توحید، رسالت، قرآن کا کتاب اللہ ہونا، ان کا اثبات صرف حدیث

متواتر سے ہوگا۔

عقائد ظنیہ: جیسے احوال قبر، میزان عمل وغیرہ ان کا اثبات خبر واحد سے بھی ہوتا ہے۔

احکام: ان کے اثبات کے لیے حدیث صحیح یا کم از کم حسن لغیرہ کی ضرورت ہے۔

فضائل و مناقب: خواہ فضائل اعمال ہوں یا فضائل شخصیات ان سب کے لئے حدیث

ضعیف بھی بالاتفاق معتبر ہے۔ (مقدمة نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری للعلامة الشیخ

محمد شریف الحق الامجدی، ج ۱ ص ۴۲، ۴۳)

### خلافت راشدہ اور مشعل سنت:

آئیے ذرا رسول ﷺ سے بلا واسطہ اسلام و ایمان اور شریعت کے قوانین پکھنے والوں اور سارے عالم میں نایب رسول کی حیثیت سے قرآن وحدیث کی تعلیمات کی اشاعت فرمانے والوں کے حالات میں بھی سنت کی حیثیت کو تلاش کیا جائے۔

در بار صدیق میں ایک عورت آئی، اس کے نواسے کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے حق وارثت کا مطالبہ کیا، نایب رسول اکرم ﷺ نے فی الوقت اسے جواب دیا کہ تمہارے حق میں قرآن مجید کے اندر کوئی حکم نہیں ہے اور جہاں تک مجھے معلوم سنت میں بھی نہیں، اب تم جاؤ میں اس سلسلہ میں لوگوں سے معلوم کروں گا۔ آپ نے اس سلسلہ میں صحابہ سے دریافت فرمایا، تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:

”میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، سرکار نے اسی طرح کے ایک قضیہ میں ثانی کو وارثت سے چھٹا حصہ دلوا دیا تھا“ امیر المؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تمہارے علاوہ اس حدیث کا اور بھی کوئی راوی ہے؟ تو انصار میں سے حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی اس روایت کی تصدیق کی اور اس مجلس رسول میں اپنی موجودگی کی شہادت دی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس خاتون کے حق میں چھٹے حصے کا فیصلہ صادر فرمادیا۔ (سنن ابی

داؤد، کتاب الفرائض باب فی الجدة)

حضرت جابر بن زید صحابی نے کہا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بار طواف کے

دوران مجھ سے فرمایا کہ تم بصرہ کے فقہاء میں سے ہو، قرآن مجید اور سنت رسول کے سوا کسی اور شے کے ذریعہ مسائل نہ بتانا، فتویٰ نہ دینا، اگر اس سے آگے بڑھے تو تم خود بھی ہلاک ہو جاؤ گے، اور دوسروں کو بھی برباد کرو گے، حضرت حسن بصری سے حضرت ابوسلمہ نے فرمایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ اپنی رائے سے فتویٰ دیتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ کیجئے گا جب تک قرآن یا سنت میں سے کوئی پیش نظر نہ ہو۔ حضرت سعید بن جبیر کا ارشاد ہے کہ کوئی قول عمل کے بغیر، اور قول و عمل بلا نیت قابل قبول نہیں اور قول و عمل و نیت سب کے سب اس وقت تک مردود ہیں جب تک موافق سنت نہ ہوں۔ کسی شخص نے حضرت مطرف بن عبد اللہ سے کہا آپ ہمارے سامنے قرآن کے سوا کچھ اور نہ بیان کیا کریں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم قرآن کے بجائے کوئی اور چیز آپ لوگوں کے سامنے کبھی بیان نہیں کرتے۔ ہاں حدیث مصطفیٰ سنا کر اس ذات کا ذکر کرتے ہیں جو ہم سب سے زیادہ قرآن کے عالم تھے، اسی طرح حضرت سعید بن جبیر نے حدیث رسول بیان کی ایک شخص نے کہا، قرآن مجید میں تو اس کے خلاف ہے۔ سعید بن جبیر نے فرمایا ”میں ایک حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم اس پر قرآن لا رہے ہو۔ رسول اکرم ﷺ تمہارے لحاظ سے کتاب اللہ کو بہتر جانتے تھے۔“ (جامع بیان العلم، ج ۲، موافقات الإمام الشاطبی ج ۴، ص ۲۶)

در بارہ فاروقی میں ایک بار ایک ثقفی نے دریافت کیا کہ بیٹ اللہ شریف کی زیارت کرنے کے بعد اگر کسی خاتون کو حیض آجائے تو اسے کونج کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ نے اپنے اجتہاد سے فرمایا نہیں، اس پر ثقفی نے کہا کہ اس مسئلہ میں رسول اکرم ﷺ نے اس کے خلاف حکم صادر فرمایا تھا۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ یہ سن کر جلال میں آگئے اور اس ثقفی کو ڈرے سے مارا اور فرمایا جس چیز کے بارے میں حضور کوئی حکم دے چکے ہیں اس بارے میں مجھ سے کیوں پوچھتے ہو؟

گویا صحابہ کبار اور خلفاء راشدین بعض اوقات کسی بات کا فیصلہ اگر اپنے اجتہاد سے کر دیتے اور بعد میں اس بارے میں حضور کی سنت دریافت ہو جاتی تو فوراً اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیتے تھے۔ حتیٰ الوسع ہر نامعلوم مسئلہ میں پہلے احادیث رسول معلوم کرنے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

شوہر کی دیت سے عورت کو وراثت کا حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے دریافت کیا کرتے تھے کہ کسی کو شاید حضور کا کوئی فیصلہ معلوم ہو؟ چنانچہ ضحاک بن

سفیان نے انھیں بتایا کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ نے انھیں لکھا تھا کہ شیم ابن الفضل کی زوجہ کو اس کی دیت میں سے حصہ دیا جائے۔ (معالم السنن کتاب الدیات ج ۴، ص ۱۰۶، ۱۰۵)

حضرت عمر اس سلسلہ میں اپنے اجتہاد سے بیوی کو دیت سے وراثت نہ دینے کا فیصلہ دے چکے تھے، اس حدیث پاک کی دریافت کے بعد اپنے فیصلہ سے رجوع فرمایا۔

اس طرح جنین (ناچختہ جمل) کی دیت کے بارے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قیاس کیا تھا کہ، گائے بکری وغیرہ دے دی جائے مگر مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ انصاری نے بتایا کہ رسول خدا ﷺ نے غلام یا باندی آزاد کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ اس حدیث پاک کے علم ہونے کے بعد آپ نے اس کے مطابق فیصلے صادر فرمائے۔ (معالم السنن کتاب الدیات ج ۴، ص ۱۰۶، ۱۰۵)

یہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک شام کا سفر فرما رہے تھے۔ دوران سفر کسی مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہاں کوئی وبا پھیلی ہوئی ہے آپ یہ سن کر بہت متڑد ہوئے کہ سفر جاری رکھنا چاہیے یا لوٹ کر مدینہ طیبہ جانا چاہیے۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ موجود تھے انھوں نے خبر دی اور حدیث رسول سنائی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شہر میں وبا پھیلی ہوئی ہو تو وہاں نہ جاؤ، اور اگر تم خود کسی و بازو شہر میں ہو تو اس کے خوف سے شہر نہ چھوڑو، یہ سن کر امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسی مقام سے مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔

### تمسک بالسنة کے بارے میں دو صحابہ کا ایک واقعہ:

عمران بن حصین صحابی رسول کا ایک واقعہ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حمیب بن فضالہ کی سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کچھ لوگوں کے سامنے شفاعت کے موضوع پر روشنی ڈالی، اور حدیث رسول بیان کی، اس مجلس میں ابوالجند نامی ایک شخص نے کہا، آپ تو ہمارے سامنے وہ احادیث لا رہے ہیں قرآن مجید میں جن کا سراغ نہیں ملتا۔

ابوالجند کی یہ بات سن کر عمران رضی اللہ عنہ سخت برہم ہوئے اور فرمایا:

حضرت عمران: کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟

ابوالجند: جی ہاں

حضرت عمران: کیا تم نے قرآن میں کہیں یہ پایا کہ فجر کی فرض رکعتیں دو ہیں، مغرب کی تین ظہر و عصر و عشاء کی چار چار؟

ابوالجند: نہیں

حضرت عمران: کیا ان سب رکعتوں کا علم تم لوگوں نے ہم سے نہیں حاصل کیا، اور کیا ہم نے حضور اکرم ﷺ سے نہیں سیکھا؟

عمران بن حصین: کیا تم لوگوں کو قرآن میں کسی ایسی آیت کا علم ہے، جس میں بتایا گیا ہو کہ اتنی بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ کی اور اتنے اونٹوں میں ایک اونٹ زکوٰۃ کا؟ اور اس قدر درہموں میں ایک درہم زکوٰۃ کا، واجب الادا ہیں۔

ابوالجند: نہیں، ہمیں تو ایسی آیات کا علم نہیں۔

عمران بن حصین: کیا ان تمام چیزوں کا نصاب تم نے ہم سے اور ہم نے رسول خدا ﷺ سے نہیں سیکھا؟ قرآن مجید میں ہے ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ تو کیا قرآن نے یہ بھی بتایا کہ سات طواف کیا کرو، اس کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرو؟

کیا تمہیں قرآن میں یہ بھی نظر آیا لَا جَلْبَ وَلَا حَنْبَ وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ، اسلام میں نہ جلب ہے نہ جب نہ شغار۔ (واضح رہے کہ جلب وجب زکوٰۃ وصول کنندگان کا یہ رویہ کہ زکوٰۃ کے مویشیوں سے دُور خیمہ لگا کر ان کے مالکان کو زکوٰۃ کی ادائیگی پر مجبور کرے، اور شغار کا مطلب یہ کہ اپنی بیٹی یا بیٹے کا اس شرط پر نکاح کا منظور کرنا کہ فریق ثانی اپنے بیٹے یا بیٹی کا رشتہ اس کے ساتھ بطور بدل کرے۔)

کیا تم نے سنا نہیں، یہ ارشاد قرآن ہی کا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۵۹/۷)

اسلامی احکام (جن کا تعلق عبادات و معاملات سب سے ہے) ہم سب لوگوں کو رسول اکرم ﷺ سے ملے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے تم ناواقف ہو، باوجودیکہ قرآن مجید پڑھتے

ہو۔ (مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنة ص ۶۰۵)

## اساطین اُمت کے اقوال:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک قول ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

”کوئی شے ایسی نہیں جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو، مگر ہماری عقل اور فہم کی رسائی وہاں تک نہیں ہو پاتی، اس لیے رب تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو خطاب فرما کر یہ اہم ذمہ سرکار کو سپرد کیا۔“

﴿لَتُبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النحل: ۱۶/۴۴)

تاکہ تم لوگوں سے بیان کردہ جو ان کی طرف اُترا۔

امام شافعی کا فرمان ہے کہ سنت ثابتہ قرآن کے منافی نہیں ہے بلکہ قرآن کی تائید کرنے والی ہے، خواہ قرآن میں الفاظ سنت کی صریح نص نہ ہو، اس لیے کہ قرآن مجید کو کوئی بھی اس طرح نہیں سمجھ سکتا جس طرح رسول اکرم ﷺ نے سمجھا ہے۔

امام یحییٰ بن کثیر نے فرمایا کہ:

سنت کتاب اللہ پر حکم کرنے والی ہے، اور کتاب سنت پر حکم نہیں کرتی۔

حضرت مکحول دمشقی کا فرمان ہے کہ:

قرآن کو سنت کے زیادہ احتیاج ہے۔ باعتبار اس کے کہ، سنت کو قرآن کی ضرورت ہو۔

حافظ الحدیث ابو عمر ابن عبدالبر نے کہا کہ حضرت مکحول کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ، کتاب اللہ (قرآن) کے لیے سنت (حدیث) مُبَیِّن ہے یعنی ان کے حقیقی مراد کو واضح کر دیتی ہے۔

(جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۹۱)

سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اَلسُّنَّةُ قَاضِيَةٌ عَلَيَّ الْكِتَابِ. (یعنی سنت کتاب اللہ پر حکم کرنے والی ہے) کے

بجائے اس کی تعبیر یوں ہونی چاہئے:



إِنَّ السُّنَّةَ تُفَسِّرُ الْكِتَابَ وَتُبَيِّنُهُ (جامع بیان العلم، ج ۲ ص ۱۹۱)  
حدیث قرآن کی مُفسِّر اور مُبین ہے۔

### عروج اسلام اور موجودہ دور کا فرق:

عروج اسلام کے اُردوار میں بھی وقفاً و قنایاً ایسے شوریدہ سر اُبھرتے رہے ہیں جن افکار و خیالات کو شیطان نے اپنی آماجگاہ بنا کر فتنہ و فساد کی بناء ڈالی، مگر جب تم مسلمانوں میں دین کی محبت راسخ تھی، علمی سرگرمیاں زوروں پر تھیں فتنوں کی آواز بہت جلد دب جایا کرتی تھی، بخلاف عصر حاضر کے، جب کہ آزادی کے نام پر ہر جہالت و ضلالت کو پینے کے خوب خود مواقع ملتے ہیں۔ اور مادی تائیدیں بالخصوص اسلام دشمن ہر فرقے کو عالمگیر مغرب قوتیں شیر حیات بہم پہنچاتی ہیں۔ موجودہ دور میں مرزائیت، قادیانیت اور بہائیت اس بات کی واضح مثالیں ہیں، جو نصرانیت و یہودیت کے خُتم سے برآمد شدہ پودے ہیں، اور انہی مراکز سے انھیں فروغ پانے کے تمام وسائل میسر آتے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی ہمیں صبیح بن عسل تمیمی نامی ایک شخص کا سراغ ملتا ہے، جو بد مذہب ہو گیا تھا، اور قرآن مجید کی آیات تشابہات کے ذریعہ لوگوں میں کچھ نئے خیالات جو قرآن و حدیث سے الگ تھے، پھیلارہا تھا۔

### دورِ فاروقی میں بد مذہبی کا انسداد:

امام احمد رضا قادری قدس سرہم "العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" جلد دہم کتاب الخطر والاباحۃ کے تحت ایک فتوے کے ذیل میں اس کے احوال (امام) دارمی، نصر مقدسی اور ابن عساکر کی روایتوں کے ذریعہ، کتاب الحجۃ لابن انباری، کتاب المصاحف اور کتاب السنۃ کے حوالوں سے نقل کرتے ہیں کہ:

عراق میں ایک شخص صبیح بن عسل تمیمی کے ذہن میں کچھ خیالات بد مذہبی گھومنے لگے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور، عرضی حاضر کی گئی، طلبی کا حکم صادر فرمایا، وہ حاضر ہوا، امیر المؤمنین نے کھجور کی شاخیں جمع کر رکھیں، اور اسے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا، فرمایا تو کون ہے؟ کہا میں عبد اللہ صبیح ہوں فرمایا اور میں عبد اللہ عمر ہوں اور ان کی شاخوں سے مارنا شروع کیا، خون بہنے لگا،

پھر قید خانے بھیج دیا، جب زخم اچھے ہوئے پھر بلایا، اور ویسا ہی مارا، پھر قید کر دیا، سہ بارہ پھر ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ وہ بولا یا امیر المؤمنین! واللہ وہ ہوا، اب میرے سر سے نکل گئی، امیر المؤمنین نے اسے حاکم یمن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ اور حکم فرمایا کہ کوئی مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھے، وہ جدھر گزرتا اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے سب متفرق ہو جاتے، یہاں تک کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرضی بھیجی، یا امیر المؤمنین اب اس کا حال صلاح پر ہے، اس وقت مسلمانوں کو پاس بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (الفتاویٰ الرضویہ ج ۱ ص ۲۵۶، ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۸۱)

### یہ فتنہ نیا نہیں:

حجیت حدیث کے انکار کا فتنہ دورِ حاضر کی مذہب بیزار فضا پاکر دیگر فتنوں کی طرح پھیل گیا۔ اور مستشرقین کی اسلام دشمن فکر نے نئے شوشے گوشے دے کر نام نہاد موڈرن مسلمانوں کو آگے بڑھا دیا اور وہ لوگ جو مردم شاری کے رجسٹر میں اپنا نام مسلمانوں کے خانے میں لکھوانا بھی بجز واکراہ گوارا کرتے ہیں وہ اس کے مؤید ہیں۔ آج آپ نظر اٹھائیے تو انکار حدیث کے علم برداران میں وہی سرخیل نظر آئیں گے۔ ویسے پتہ یہ چلتا ہے کہ اس فتنے کی ابتداء نویں صدی ہجری میں ہوئی تھی اور کسی سر پھرے نے دبی زبان سے یہ جسارت کی ہوگی، چنانچہ اس دور کے جید عالم رہا تانی حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کی تردید کرتے ہوئے "مفتاح الجوی فی الاحتجاج بالسنۃ" نامی کتاب تصنیف فرمائی تھی، ابن حزم اندلسی نے اپنی تصنیف "احکام الاحکام" میں فتنہ انکار حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

"دنیا میں اس سے بدتر فتنہ نہیں ہو سکتا کہ انسان قرآن کو کتابِ خدا تسلیم کرے، اور

رسالت محمدی ﷺ کا اقرار کرے اور اس کے باوجود احادیثِ رسول کی تشریحی حیثیت

کا منکر ہو۔" (احکام الاحکام ج ۱ ص ۱۰۲)

گر نہ بیند بروزِ شپیرہ چشم:

چند ایک مادرِ زادنِ مے مل کر اگر یہ غوغا کریں کہ سورج کا کوئی وجود ہی نہیں، کائنات میں

روشنی کا کوئی ایسا منبع و مرکز موجود ہی نہیں ہے جس سے عالم متور رہے، تو اس سے حقیقتاً آفتاب عالم تاب کے وجود مسعود اور اس کی فیض رسانیاں کم نہیں ہو جاتیں، قرآنِ اولیٰ سے رہتی دنیا تک اہل اسلام کتاب اللہ کے بعد حدیثِ رسول ﷺ کو دین و شریعت کی اساس مان رہے ہیں اور مانتے رہیں گے۔ اور اس سے الگ ہو کر نہ دین دین رہ جائے گا اور نہ ہی شریعت شریعت اور جگہ جگہ تعالیٰ احادیثِ مصطفیٰ کا استناد تاریخ عالم میں ایسا مثالی ہے کہ وجودِ عالم سے قیامت تک آنے والی کوئی قوم و ملت اس کے پائے کو پہنچ ہی نہیں سکتی۔ خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں علماء جرح و تعدیل پر جنھوں نے محنت شاقہ سے کام لے کر ایک ایک حدیث کے سلسلہ زوۃ میں آنے والی شخصیات کی زندگی کے شب و روز کھ گال کر رکھ دیئے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی احادیث کو منقح کر دیا۔

دورِ نبوی اور دورِ صحابہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک علم نام ہی تھا حدیثِ رسول کا۔ ان مقدس حضرات میں سب سے زیادہ عالم وہی ہوتا تھا جو کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ احادیثِ رسول کا علم رکھتا تھا۔

### ذخیرہ احادیثِ نبوی مسیحی بائبل نہیں:

مستشرقین میں سے سرولیم میور، اور گولڈزلیبر نے دراصل ”انکار حدیث“ کے بیج بوئے ہیں اور قتنہ پھیلا یا ہے کہ حدیثِ رسول کی کتابت کا کام حضور کی وفات کے نوے برس بعد شروع ہوا۔ پھر ہندوپاک میں ان کے پیروں نے کچھ اور بڑھا چڑھا کر یہ پروپیگنڈہ کیا کہ حدیث کی کتابت دو برس بعد ہوئی۔ کم نظر مسیحی معترضین نے احادیثِ رسول آخر الزماں ﷺ کو بھی اپنے موجودہ اناجیل (Bible) پر قیاس کیا۔ جن کے بارے میں مسیحی دنیا کہتی ہے کہ بعد مسیح علیہ السلام ان کے حواریوں نے الہام کے ذریعہ مرتب کیں اور جن کی دونوں اقسام عہد نامہ قدیم Old Testament اور عہد نامہ جدید New Testament میں بہت بڑا حصہ ایسا ہے جن کی صحت پر دورِ قدیم سے آج تک کے مسیحی ذمہ داران کا اتفاق نہیں ہو سکا۔ اور قسطنطین اول (۳۲۷ء) نے اپنے دور میں انتشار و افتراق کے شکار مسیحی ذمہ علماء کو شہر نائس میں بٹھا کر اناجیل کے ڈھیروں مختلف نسخوں میں سے کچھ پر متفق ہونے پر مجبور کیا۔ ۳۲۵ھ کی اس کانفرنس نے مسیحیوں کو موجودہ

بائبل دی۔ اور اس میں بھی مسیحی علماء، وقت اور حالات کے مطابق حذف و اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ مسیحیوں کے محقق اذہان بھی ہر زمانے میں اس کی گریڈ کرتے رہے کہ آخر پطرس جسے خود عیسیٰ مسیح نے اپنے حواریوں سے خارج کر دیا تھا۔ موجودہ مسیحیت کی ساری اساس وہی شخص بنا۔ پھر ایسے غیر معتمد شخص کے ذریعہ مصصہ شہود پر آنے والے مذہبیت کا اپنا وقار کیا کچھ ہے؟ مسیحیوں کی اساس اولین میں عہد نامہ قدیم کا معاملہ تو بہت پُرانا ہے۔ خود اناجیل اربعہ (متی، مرقس، لوقا، یوحنا) کا یہ حال ہے کہ نہ ان کو کوئی سند موجود ہے، نہ یہ واضح ہوتا ہے کہ واقعی وہ ان حواریوں ہی کی تحریر کردہ ہیں، یا ان کے شاگردوں کی لکھی ہوئی؟ مسیحی علماء اور شارحین اناجیل نے انھیں اصلی اور حقیقت ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا ڈالا، مگر آج تک وہ بھی ظن و تخمین سے بلند ہو کر یقینی دلائل نہ لاسکے، اور تھک ہار کر دبی ہی زبان سے سہی مگر یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوئے کہ دوسری صدی مسیحی سے پیشتر ان انجیلوں کا کہیں نام و نشان موجود نہیں تھا۔ اناجیل اربعہ کے سلسلہ میں مسیحیوں کی اندوختن خانہ بے چینی کا حال معلوم کرنے کے لیے ہزاروں معترضانہ تحریروں میں سے، یہاں محض ایک قول، مسٹر، برنٹ ہلمین اسٹریٹر کا نذر ناظرین ہے۔ وہ اپنی کتاب Four Gospels، میں لکھتے ہیں:

عہد نامہ جدید کی تحریروں کو جو الہامی نسخوں کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہے، کیا یہ کوئی کلیسائی اعلان تھا، جس پر بڑے بڑے کلیساؤں کے اذکاروں نے اتفاق کر لیا تھا؟ یہ ہمیں معلوم نہیں ہے ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ۱۸۰ء کے لگ بھگ اناجیل کو انطاکیہ افسس اور روم میں یہ حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ (فورڈ گاس پیلس مطبوعہ

نیویارک ص ۷۷ Four Gospels P7۷)

### اشاعت حدیث کی ترغیب:

رسول خدا اسیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیثِ کریمہ کی اشاعت و تعلیم منصبِ نبیہ رسول کی اہم مسئولیت ہے۔ یہ دین و شریعت کا خزینہ ہے۔ علم حدیث، معالیٰ اسلام، تشریح شرائع اور اصول حیات کا گنجینہ ہے۔ یہی وہ نورانی سلسلہ ہے جس کے سبب اسلام تمام ادیانِ عالم پر فائق ہے۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے احادیثِ پاک کی تعلیم و تعلم پر جاں باز صحابہ کو آمادہ فرمایا۔ شوق دلایا،

ترغیب دی اور علم حدیث میں مشغول ہونے والوں کے لیے دعا بھی فرمائی ہے۔ ارشاد رسول ہے:

حَدِّثُوا عَنِّي (صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴)

میری حدیث دوسروں کو پہنچاؤ۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے ترویج حدیث میں انہماک رکھنے والوں کو کیسی پیاری دعا سے نوازا ہے:

نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَلَبَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ (مشکوٰۃ کتاب العلم بحوالہ

ابن ماجہ و دارمی ج ۱ ص ۳۵)

خدا اُس شخص کو شاداب رکھے جس نے ہم سے کچھ سن کر لوگوں کو اسی طرح پہنچا دیا جیسے سنا تھا۔

جتہ الوداع کے خطبہ بلوغہ کے ذریعہ عالم انسانیت کو رسول اکرم و اعظم ﷺ نے امن و سلامتی کا منشور عطا فرمایا تھا اس وقت بھی آپ نے حاضرین و سامعین پر یہ ذمہ داری عائد فرمائی تھی:

يُتْلِقُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (صحیح مسلم کتاب القیامۃ باب تغلیط تحریم

الدماء الخ ج ۲ ص ۶۰)

جو موجود ہے وہ غائب تک پہنچا دے۔

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَمَنْ كَذَّبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (صحیح

بخاری ج ۱ ص ۴۹۱، بحوالہ نزہۃ القاری ج ۱ ص ۲۵)

میری ہر بات دوسروں تک پہنچاؤ اگرچہ وہ چھوٹی سی ہی کیوں نہ ہو اور جو بالقصد مجھ پر جھوٹ باندھے گا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِيْ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خُلَفَاؤُكَ؟ قَالَ: الَّذِيْنَ يَأْتُوْنَ مِنْ

بَعْدِيْ يَرْوُوْنَ اَحَادِيْثِيْ وَيُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ (الترغیب والترہیب ص ۸۷)

بحوالہ نزہۃ القاری ج ۱ ص ۲۵)

اے اللہ! میرے جانشینوں پر رحمت فرما، ہم (صحابہ) نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے

جانشین کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں میری احادیث کو روایت

کریں گے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں گے۔

نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ (سنن ابی داؤد کتاب

العلم ج ۲ ص ۱۲۶، جامع ترمذی کتاب العلم ج ۲ ص ۹۰، بحوالہ نزہۃ ج ۱ ص ۲۵)

اس شخص کو اللہ تبارک و تعالیٰ رکھے، جس نے میری حدیث سنی پھر اسے یاد کیا تاکہ دوسرے

تک پہنچائے

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاملین فرامین رسول ہیں۔ ایمان اور عشق

رسول کی پوری سرگرمی کے ساتھ انہوں نے حدیث رسول کی ترویج و اشاعت میں حصہ لیا۔ ایک ایک

حدیث کی سماعت کے لیے مہینے مہینے بھر کا سفر صعوبت برداشت کرنا ان کے کمال عشق کی دلیل ہے۔

صحابہ اور علم حدیث:

دنیاوی تاریخ، اقوام و ملل اور سلاطین و مدون کی تواریخ کی حقیقت اس کے سوا اور کیا ہے کہ

عرصہ دراز تک قصوں اور کہانیوں کی شکل میں لوگوں میں عام رہیں اور بعد میں کسی لکھنے والے نے

انہیں لکھ دیا۔ بعد والوں کے لیے وہی دستاویز کی حیثیت اختیار کر گئیں۔ روایت کرنے والے اور

تاریخ کے مدون و مرتب کرنے والوں کے خود ذاتی حالات کیا تھے؟ زمانے اور حالات سے وہ کتنے

متاثر تھے اور صدق و کذب کی صفات میں سے ان کی فطرت پر کس کا غلبہ تھا؟ اس کی تحقیق کے کیا

ذرائع ہیں؟ یوں ہی قدیم قلمی کتابوں، آثار قدیمہ کے کتبوں اور دیگر ذریعہ معلومات کا حال ہے۔

ان کے ذریعہ حاصل شدہ مواد محض قیاسی اور ظنی ہوتا ہے۔ آج کے دور کا عام رجحان یہ ہے کہ کرم

خوردہ قلمی کتابیں چاہے جو بھی مل جائیں لوگوں میں بہت مستند سمجھی جاتی ہیں۔ بہر حال عرض یہ ہے کہ

موجودہ دنیا میں جس چیز کا نام تاریخ ہے اس کی تو یہ حالت ہے اور اسلام کے سوا دیگر اکثر ادیان کی

تاریخ کا بھی تقریباً یہی حال ہے۔ مگر اسلام جو خدا کا آخری پسندیدہ دین ہے اس کے مآخذ روز

اول سے تا امروز سب کے سب آفتاب کی طرح روشن ہیں اور رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ کا

ذخیرہ بھی قرآن اولیٰ سے تا امروز حفاظت و صیانت کے اعلیٰ ترین قدرتی انتظامات سے بہرور رہا ہے

جسے عام دنیاوی یا مذہبی تواریخ چیلنج نہیں کر سکتیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو زبان



رسول کے اولین مخاطب تھے۔ اطاعت و انقیاد، اور محبت و مؤدبت رسول میں اس قدر سرشار تھے کہ مؤرخین عالم کو ان کی مثال تلاش کرنا ناممکن ہے۔ وہ رسول کے حکم کی تعمیل میں احادیث کو پڑھتے پڑھاتے لکھتے لکھاتے اور عمل میں لاتے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کے حزم و احتیاط کا عالم نہ پوچھے۔

کس ذات پر جلال کا ذکر جمیل ہے لرزیدہ جسم، روئنگے استادہ با ادب

روایت حدیث میں حزم و احتیاط:

آپ ہیں مشہور عاشق رسول صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے مخصوص جذبات عشق و محبت کے اسلوب میں فرماتے ہیں:

أَوْصَانِي حَبِيبِي أَبُو الْقَاسِمِ..... أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ

آگے کچھ زبان سے ادا نہیں کر پاتے اور غش کھا کر گڑ پرتے ہیں، کبھی چیخ ماکر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ سے حدیث رسول کی سماعت کرنے والوں کا بیان ہے کہ آپ حضور اقدس ﷺ کی طرف منسوب کئے بہت کم حدیثیں بیان کرتے اور جب بیان حدیث میں سرور عالم ﷺ کا نام نامی آتا تو آپ کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا، لباس جو زیب تن ہوتا اس سے جسم کی تھر تھراہٹ ظاہر ہوتی، گردن کی رگیں بھول جاتیں اور آنکھیں اشکوں سے تر ہو جاتیں۔ (مسند درک حاکم)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی ایک حدیث کا بیان شروع کیا، پھر فرمایا ڈر لگتا ہے کوئی زیادتی یا کمی نہ ہو جائے، مگر اس حدیث کو عمار نے بھی سنا اس لیے بیان کرتا ہوں۔ عمار سے بھی بلوا کر پوچھ لو، حضرت عمار کو بلوا کر دریافت کیا تو انھوں نے بھی تصدیق کی۔ (نزهة القاری شرح صحيح البخاری، ج ۱ ص ۲۶)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جب بوڑھے ہو گئے تو آپ نے حدیث بیان کرنا بند کر دیا۔ کوئی اگر حدیث دریافت کرتا تو فرماتے اب ہم بوڑھے ہو گئے ہیں اور حضور اقدس ﷺ کی حدیث بیان کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۴، بحوالہ نزهة القاری ج ۱ ص ۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے تلامذہ کو تاکید فرماتے کہ جب حدیث بیان کرو تو اس کو پہلے

تین دفعہ دہراؤ۔ (سنن الدارمی ص ۷۸، بحوالہ نزهة القاری ج ۱ ص ۲۷)

حضرت زبیر ابن العوام کے صاحبزادے عبداللہ نے اپنے والد سے عرض کیا جیسے اور لوگ حدیث بیان کرتے ہیں اسی طرح آپ کیوں نہیں بیان کرتے تو فرمایا بیٹے! میں ہمیشہ سفر و حضر میں حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ رہا مگر چونکہ حضور کا ارشاد ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے۔

گویا مجھے اندیشہ ہے کہ ہوا کبھی ایسا نہ ہو جائے کہ کوئی کلمہ حضور کی جانب غلط منسوب کر بیٹھوں اس لیے بیان حدیث سے احتیاط کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن سے دو ہزار چھپاسی احادیث مروی ہیں، فرماتے ہیں:

"بہت زیادہ احادیث بیان کرنے سے مجھے یہ بات روکتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے

فرمایا جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (صحیح البخاری ج ۱

ص ۲۱، بحوالہ نزهة القاری ج ۱ ص ۲۶)

آپ کو جس حدیث کے بارے میں ذرا بھی شبہ ہوتا کہ اچھی طرح یاد نہیں، اسے بیان

نہیں کرتے اور فرماتے غلطی کا اندیشہ نہ ہوتا تو بیان کرتا۔ (سنن الدارمی ص ۲۲)

بحوالہ نزهة القاری ج ۱ ص ۲۶)

بایں ہمہ حزم و احتیاط، بیان حدیث چونکہ ضرورت دین میں ہے، اور احکام و شرائع کا ماخذ ہے اس لیے صحابہ کرام نے اس کی تعلیم، اشاعت اور کتابت میں بنیادی کام سرانجام دیے اس کا اندازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا قرآن مجید میں اگر یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو کوئی شخص حدیث بیان نہ کرتا۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ مَّ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ

فِي الْكِتَابِ لَا أُولَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ﴾ (البقرہ: ۱۵۹/۲)

جو لوگ ہماری اُتاری ہوئی روشن باتوں اور آیات کو چھپاتے ہیں۔ اس کے بعد کہ ہم

اسے لوگوں کے لیے کتاب میں واضح فرما چکے۔ اُن پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے

والوں کی لعنت۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَاُولَئِكَ اَتُوبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرہ: ۲/۱۶۰۔ نزہۃ القاری ج ۱ ص ۲۷۰، ۲۷۱)

مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں، تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

راویان حدیث صحابہ کی تعداد:

یہ انتظام قدرت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کی احادیث کریمہ کو ہزارہا صحابہ کرام اور صحابیات نے دنیا تک پہنچایا یہ کثیر التعداد مقدس گروہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم صحبت یافتہ اور عینی شاہد کی حیثیت سے حضور انور ﷺ کی حدیثوں کا امانت دار تھا۔ رسول خدا کو اس پاکیزہ خصلت جماعت نے کس عقیدت و محبت کی نگاہ سے دیکھا تھا یہ محتاج بیان نہیں۔

حسن یوسف پہ کشیں مصر میں انگشت زناں سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب  
فن رجال کے عظیم امام حضرت علی ابن ابی زرعہ سے دریافت کیا گیا کہ جن صحابہ نے حضور ﷺ کی احادیث کریمہ بیان کیں ان کی تعداد کیا تھی تو انھوں نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی:

وَمَنْ رَأَاهُ وَ سَمِعَ مِنْهُ زِيَادَةً عَلَى مِائَةِ اَلْفِ اِنْسَانٍ مِنْ رَجُلٍ وَ اِمْرَاةٍ كُلُّهُمْ قَدْ رَوَى عَنْهُ سَمَاعًا وَ رُؤْيَا (الإصابة في معرفة الصحابة ج ۱ ص ۳)

اُس وقت اُن حضرات کی تعداد جنھوں نے حضور کو دیکھا اور آپ سے سنا تھا ایک لاکھ سے زیادہ تھی، اُن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ سب حضور سے سن کر اور دیکھ کر روایت کرتے تھے۔

کسی کو یہ شبہ نہ گزرے کہ امام ابن زرعہ نے اس وقت کے کل صحابہ کی تعداد بتائی ہے نہیں بلکہ گروہ صحابہ سے صرف راویان حدیث کی تعداد بتا رہے ہیں۔

اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ عائشہ رضی اللہ عنہا:

آقا و مولیٰ ﷺ سے جاں بازانہ محبت اور متابعتِ امر کے معاملات میں جس طرح مرد صحابہ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے، عورتیں بھی پیچھے نہ رہیں، بلکہ صحابیات رسول رضوان اللہ تعالیٰ علیہن نے بھی روایات حدیث میں حصہ لیا ان میں بالخصوص اُمّہات المؤمنین ہی کے توسط سے رسول اکرم ﷺ کی خانگی سیرت طیبہ، اور احوال خلوت بھی طالبان حق کے لیے مشعلِ راہ بنے۔ یہی نہیں بلکہ فقہ و کلام اور حدیث میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہاں بطور مثال اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو لیجئے، آپ کا شمار مکثرین حدیث میں ہے، دو ہزار دوسو دس (۲۲۱۰) حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ شیخین (امام بخاری و امام مسلم) ایک سو چوہتر پر معلق ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ احکام شرعیہ میں چوتھائی حصہ آپ کے منقولات پر مشتمل ہے۔ آپ کا شمار مجتہدین صحابہ میں ہوتا ہے۔ روایت حدیث اور فقہات کے باب میں حضرت اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر حضرات عمر و علی، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ ابن عباس کے ساتھ ہوتا ہے۔ خلفاء راشدین کے ادوار میں آپ فتویٰ دیا کرتی تھیں، علم کلام، اسرارِ دینیہ اور اسلامی تاریخ سب کے سب آپ کی روایات، وقتِ نظر، فقہات اور منقولات سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ رؤیتِ باری، علم غیب، عصمتِ انبیاء، معراج، ترتیبِ خلافت، سماع موتی اور ترتیبِ قرآن، مدینہ میں فروغِ اسلام کے علل و اسباب، جمعہ کا غسل، قصر نماز کی علت، عاشورہ کے روزے کی حکمت، اسراج، ان کی علمی برتری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اسی طرح تاریخِ عرب کا علم، رسومِ جاہلیت کا بیان، انسابِ عرب، عربی معاشرت اُن کے ذریعہ ذخیرہ احادیث میں آئے۔ آغازِ وحی کے احوال، واقعاتِ ہجرت، واقعہ اُکب، نماز کی صورت، حضور کے احوال مرض الموت، غزوات بدر و احد و خندق، قریظہ کے حالات، صلوة الخوف کی کیفیت اور فتح مکہ میں عورتوں کی بیعت، چترِ الوداع کے حالات، حضور اقدس ﷺ کے اخلاق و عادات کریمہ، خلافتِ صدیقی، حضرت فاطمہ کا دعویٰ میراث اور اسی کے سبب حضرت علی کا ملال و پھر بیعت کے حالات کی تفصیل یہ سب کی سب عظیم معلومات و واقعات انہی کے ذریعہ ذخیرہ احادیث کی زینت بنے ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ:

"ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات درپیش نہیں ہوئی کہ جس کو ہم نے اُمّ المؤمنین عائشہ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کی کوئی معلومات نہ ملی ہو۔"

عروہ بن زبیر کا قول ہے:

قرآن، فرائض، حلال، حرام، فقہ، شاعری، طب، تاریخ عرب اور علم الانساب کا علم میں نے عائشہ سے بڑھ کر کسی میں نہیں دیکھا۔

تابعین کے سردار امام زہری فرماتے ہیں:

عائشہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ علم والی تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اکابر صحابہ کرام اُن سے سوالات کیا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۶)

اسی طرح صحابیات میں حضرت اُمّ سلمہ، اُمّ عطیہ، اسماء بنت ابی بکر، اُمّ ہانی، فاطمہ بنت قیس کثیر البرایہ ہیں۔ حضرت اُمّ سلمہ سے ۳۷۸ حدیثیں روایت ہیں۔

اسناد اور جرح و تعدیل:

حضور رسول ﷺ کے اقوال، افعال، احوال اور تقاریر جو آج دنیا میں "حدیث" کے نام سے شائع ہیں ان کے سلسلہ میں محدثین کرام اور علماء جرح و تعدیل نے احتیاط و تحفظ کی جن سخت پابندیوں کو اپنایا ہے۔ وہ دنیا کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں.....؟

ایک طرف اشاعت حدیث کے سلسلہ میں سرورِ عالم ﷺ کی ترغیبات و مراعات اور ضرورت دیدیہ کو مد نظر رکھیے۔ دوسری طرف، حضور کی حدیثوں میں بے احتیاطی، خلط ملط اور کذب بیانی کی مذمت اور اس کا وبال بھی سامنے رہے، فرمایا:

مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذَبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ (مقدمة صحيح مسلم ج ۱ ص ۷۰۶)

جس نے میرے متعلق ایسی بات نقل کی جس میں کذب (جھوٹ) کا گمان ہو تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعِدًّا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (مقدمة صحيح مسلم ج ۱ ص ۷۰۶)

جو مجھ پر قصدِ جھوٹ لگائے اُس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

كُفِّي بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكَلِمَا سَمِعَ (مقدمة صحيح مسلم ج ۱ ص ۷۰۶)  
آدمی کا جھوٹا ہونے کے لیے یہ بہت ہے کہ وہ جو بات بھی سنے اُسے (بلا تحقیق) بیان کر دے۔

محض اتنی ترغیب و ترہیت ہی پر بس نہیں بلکہ احادیث کو بیان کرنے میں اصول اولین یہ ہے کہ سند کے ساتھ ہو۔ یعنی جو محدث بھی حدیث بیان کرے اُسے پہلے یہ بتایا ہے کہ اس نے یہ کس سے سماعت کی اور اس سنانے والے اس کے شیخ نے کس سے سنی۔ اسی طرح اس صحابی تک کا نام لے کر فلاں صحابی نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا، یہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اس طرح دنیا میں حضور اکرم ﷺ کی جتنی احادیث ہیں ہر ایک کے ساتھ راویوں کے اسماء اور سند حدیث بھی لگی ہوئی ہے۔ اور بتایا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث فلاں صحابی سے روایت ہے اور ان واسطوں سے ہم تک پہنچی ہے، درمیان میں اگر کسی راوی کا نام جھوٹ گیا ہے تو ایسی سند کو منقطع قرار دے کر ناقابلِ اعتماد گردانتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نام تو تمام راویوں کے بیان کیے گئے مگر سلسلہ رواۃ میں کوئی راوی ایسا ہے جو غیر متفقہ ہو، کمزور حافظے کا ہو یا ایسا ہو اس کے احوال نامعلوم ہیں یا اس کے حافظے کا حال مخفی ہے، تو ایسی صورتوں میں اس سند کو مجروح قرار دیتے ہیں تاوقتیکہ وہی حدیث کسی قوی سند سے ثابت نہ ہو جائے۔

مزید برآں فنِ اسماء الرجال نے رواۃ حدیث کا مکمل سوانحی انسائیکلو پیڈیا تیار کر دیا، حدیث رسول کے وضامین کے خلط سے محفوظ رکھنے کے لئے اور کھرے کھوٹے کو پرکھنے کے لیے ہزاروں محدثین کرام نے آبادیوں، شہروں اور قریوں کی خاک چھان کر لاکھوں راویان حدیث کی زندگی کے حالات اکٹھا کیے۔ کسی نے رسول خدا ﷺ کی ایک حدیث کی روایت صحابی، تابعی، تابع تابعین سے کی تو اس کے حالات پیدائش سے وفات تک مجتمع کر دیئے گئے۔ آج کسی بھی راوی حدیث کے بارے میں یہ معلومات فراہم کی جاسکتی ہے کہ:

کہاں اور کب پیدا ہوا؟ اور کہاں وفات پائی؟ ان محدثین نے علم حدیث، یسارۃ الاموال، کون سے ہیں؟ اس کا نام اور ماہ نام کیا تھا؟ حال گمان کیا تھا؟ قریہ کیا تھا؟ کون سے ہیں؟



بھی بولتے تھے؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ، دیگر علوم میں کیسے تھے؟ اس کے بارے میں ناقدین حدیث کیا رائے رکھتے ہیں؟

اسماء الزجال میں جرح و تعدیل ایسا صبر آزمائے جس سے صاحبانِ تقویٰ اور خدا ترسان دہراہل اللہ ہی عہدہ برآ ہو سکتے تھے اور انھیں مقدس نفوس نے اس فن کے ذریعہ حدیث رسول کو بے غبار کر کے رکھا۔ (فَحْزَاهُمْ اللَّهُ عَنَّا خَيْرَ الْحِزَاءِ فِي الْآخِرَةِ)

حضرت ابن المدینی علیہ الرحمہ جو جرح و تعدیل کے امام ہیں، ان سے کچھ لوگوں نے ان کے والد کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ روایت حدیث میں کیا درجہ رکھتے ہیں۔ تو انھوں نے سائلین سے کہا کہ اس بارے میں میرے علاوہ کسی اور سے پوچھو، مگر پوچھنے والوں نے اصرار کیا کہ ہم آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ امام مدینی نے فرمایا:

یہ دین کی بات ہے اس لیے میں کہتا ہوں وہ ضعیف ہیں۔

حدیث کے مشہور امام معاذ بن معاذ کو ایک شخص نے دس ہزار سونے کی اشرفیاں دینے کی پیشکش کی اور کہا کہ آپ فلاں راوی حدیث کے بارے میں صرف خاموشی اختیار کر لیں۔ معتبر یا غیر معتبر کا حکم نہ لگائیں آپ نے جھڑک کر فرمایا:

میں کسی حق کو چھپالوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

# جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کی سرگرمیاں

## محکمۃ اہل سنت پاکستان

کے تحت صبح و رات کو حفظ و تکرر کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و تکرر کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

**مدارس  
حفظ و ناظرہ**

## محکمۃ اہل سنت پاکستان

کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی درس و تدریس کی کلاس لگائی جاتی ہیں۔

**درس  
نظامی**

## محکمۃ اہل سنت پاکستان

کے تحت مسلمانوں کے روزمرہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے ضروری مسائل و مسائل کا بھی قائم ہے۔

**دارالافتاء**

## محکمۃ اہل سنت پاکستان

کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کیا جس کے تحت ہر ماہ مختلف موضوعات پر اشاعتیں شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہیں۔ ماہنامہ اشاعت و سلسلہ اشاعت کا بھی قائم ہے۔

**مفت  
سلسلہ اشاعت**

## محکمۃ اہل سنت پاکستان

کے زیر اہتمام ہر صبح و رات بعد نماز صبح و نماز جمعہ اشاعتیں جاری ہیں جس میں مختلف علماء و کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں اور جرائد و رسائل کے ذریعہ صرف ایک گھنٹہ میں قرآن ہوتا ہے۔

**ہفتہ واری  
اجتماعات**

## محکمۃ اہل سنت پاکستان

کے تحت ایک ماہنامہ بھی جاری ہے جس میں مختلف علماء و اہلسنت کی کتابوں کے لئے اشاعتیں ہوتی ہیں۔ کئے وقت فراہمی میں آتی ہیں۔

**کتب و کیسٹ  
لانسریری**

## محکمۃ اہل سنت پاکستان

تسکین دین اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں  
ہر شپ بعد نماز تہجد اور ہر آوارہ صبح یا مغرب ختم قادیانہ اور خصوصی دعا

**دوکانی  
پروگرام**